مقالاتِ معینیہ

تالیف

پیر سیّد غلام معین الحق گیلانی

درگاہ عالیہ گولڑہ شریف

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب: مقالاتِ معینیہ

تالیف: پیر سیّد غلام معین الحق گیلانی مدظلہ العالی

ناشر: ایوانِ مہر علی شاہؒ

تاریخ اشاعت: ذوالقعدۃ ۱۴۳۹ء جولائی 2018

ہدیہ:

ملنے کا پتہ: مکتبہ مہریہ مُعینیہ درگاہِ عالیہ گولڑہ شریف اسلام آباد

فون: 051-2111129

کوائفِ مؤلف

- نام: پیر سیّد غلام معین الحق گیلانی
- تخلص: معین
- مولد: گولڑہ شریف
- سنِ ولادت: ۱۹۵۷ء
- **مطبوعات:**

(۱) سبحان اللہ ما اجملک

(۲) ریاض المناقب

(۳) یادوں کے دریچے

(۴) فیوضاتِ مہریہ

(۵) ذکر الصالحین

(۶) تذکرۃ العارفین

(۷) مقالاتِ معینیہ

(۸) نگارشاتِ معینیہ

(۹) و صلِّ علیٰ کیا شان ہے
(فضائلِ درود شریف)

- پتہ: درگاہِ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد
- فون: 051-2292929

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب	:	مقالاتِ معینیہ
مولف	:	پیر سیّد غلام معین الحق گیلانی
تاریخ اشاعت	:	۲۴ رجب ۱۴۲۷ھ
مجلسِ اشاعت	:	ڈاکٹر افتخار الحسن شاہ
		محمد صدیق ساجد علوی
		فیاض باقر
		غضنفر عباس قیصر فاروقی
کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ	:	ظہیر احمد بہادر
مطبع	:	عبدالرحمٰن پرنٹرز، اسلام آباد
		فون نمبر: 051-4100586
ملنے کا پتہ	:	مکتبہ ایوانِ مہر علی شاہ، گولڑہ شریف
		فون نمبر: 051:2214488
	:	احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ راولپنڈی
	:	اسلامک بک کارپوریشن، اقبال روڈ راولپنڈی
	:	اشرف بک ایجنسی، اقبال روڈ راولپنڈی
	:	مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار راولپنڈی
قیمت	:	روپے

فہرست

حرفِ اوّل	۶
ذکرِ رحمۃ للعالمینؐ	۹
خاتم النبیّینؐ	۲۵
ظہورِ رحمۃ للعالمینؐ	۳۴
فضائلِ درود شریف	۴۰
درود شریف کی برکات	۴۴
معرکۂ حق و باطل	۴۸
اولیاء اللہ	۵۱
رزقِ حلال	۵۸
حقوق العباد	۶۴
والدین کے حقوق	۷۱
تربیتِ اولاد	۸۰
زوجین کے روابط	۸۵
حقِ ہمسایہ	۹۱
خدمتِ خلق	۹۹
صلہ رحمی	۱۰۶
مساکین کی خدمت	۱۱۳
یتیموں کی خدمت	۱۲۱
زیردستوں سے سلوک	۱۲۶
مہمان نوازی	۱۳۲

مضامین میرے کہاں ہیں مرے
ہیں مضمون ترے ، تیرے محبوبؐ کے
عطا سب تری ، نام میرا ہوا
ہیں فیضاں ترے ، تیرے محبوبؐ کے

حرفِ اوّل

حقوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ حقوق اللہ سے مراد وہ حقوق ہیں جس کا مطالبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے بندوں سے کیا ہے۔ مثلاً صرف اللہ کی ذات کو کل کائنات کا خالق' مالک' رازق' علیم' قدیر' مدبر' حکیم اور کل کائنات سے غنی و بے نیاز جاننا۔ صرف اسی کو لائق عبادت جان کر اس کی عبادت کرنا اور اسی سے دعائیں کرنا۔ اس کی ذات' صفات' اسماء۔ افعال اور احکام میں کسی کو شریک نہ جاننا' اس کی ذات اور صفات کو ازلی و ابدی جاننا وغیرہ۔ اور حقوق العباد میں وہ حقوق ہیں جن کا مطالبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی خاطر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **واعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجارِ الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا** ۔ (اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور بھلائی کرو ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پاس کے ہمسایوں اور دور کے ہمسایوں اور کروٹ کے ساتھیوں اور مسافروں اور اپنے غلاموں باندیوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے اور بڑائی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا) آیت کے الفاظ بول بول کر کہہ رہے ہیں کہ بلاتفریق مذہب وملت' رنگ ونسل' خورد وکلاں ہر ایک کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے اور ہر ایک کے ساتھ بھلائی کی جائے۔

حقوق العباد کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بنیادی اصول عطا فرمایا ہے کہ **تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان** (نیکی اور

پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو لیکن گناہ اور زیادتی (کے معاملات میں ذرہ بھر بھی) تعاون نہ کیا کرو)۔

حقوق العباد کی اہمیت کے سلسلے میں امام احمدؒ و حاکمؒ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''قیامت میں تین قسم کے نامہء اعمال ہوں گے۔ ایک میں سے اللہ تعالیٰ کچھ بھی معاف نہیں فرمائے گا۔ جس میں معافی کی کوئی گنجائش نہیں وہ بندے کا کفر ہے جو کسی صورت بھی بخشا نہ جائے گا۔ دوسرے قسم کے دفتر کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پروانہ ہوگی۔ وہ اعمال جس کی اللہ کو پروا نہیں ہوگی وہ بندے کے وہ گناہ ہیں جن کا معاملہ اللہ اور بندے کے درمیان ہے۔ مثلاً کوئی نماز چھوڑ دی یا روزہ ترک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو درگزر فرما کر معاف فرما دے۔ تیسری قسم کے اعمال میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ اعمال جن سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کے ایک دوسرے پر کئے ہوئے ظلم ہیں کہ ان کا بدلہ ضرور لیا جائے گا''۔

حقوق العباد کی ادائیگی کا حکم چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس کا حکم ماننا ہم پر فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کا حکم مانا جائے' اس لئے حقوق العباد کی ادائیگی درحقیقت حقوق اللہ کی ادائیگی ہے۔

اللہ تعالیٰ حقوق العباد کو اتنی اہمیت اس لئے دیتا ہے کہ اسے اپنی مخلوق سے حد درجہ محبت ہے۔ وہ مخلوق کے ساتھ کسی درجہ کی زیادتی برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ بفحوائے حدیث **الخلق عیال اللہ** تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔

اسی حقیقت کے پیشِ نظر صوفیائے کرام مخلوقِ خدا کی خدمت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور خدمتِ خلق کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور قرب کے لئے کوشاں

رہتے ہیں۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بتسبیح و سجادہ و دلق نیست

صوفیائے کرام خصوصاً حضرتِ اعلیٰ پیر سیّد مہر علی شاہؒ کے مشن کو جاری رکھنے کیلئے وقت کے تقاضوں کے پیشِ نظر ماہنامہ ''مہرِ منیر'' جاری کیا گیا تو ''حرفِ ناطق'' کے عنوان سے میرے مضامین بھی شائع ہوتے رہے۔ اب ان کو یکجا کر کے کتابی شکل دی گئی ہے' اللہ تعالیٰ اپنے مقبولان کے صدقے اس کتاب کو نافع اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور ہمیں صوفیائے کرام کی راہ پر چل کر بے لوث خدمتِ خلق اور ادائیگیٔ حقوق العباد کی توفیق مرحمت فرمائے آمین ثم آمین بجاہِ سیّد المرسلین وخاتم النبیّین ﷺ

ذکرِ رحمۃ للعالمین ﷺ

وما ارسلنک الارحمة للعالمین. ''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (اے محمد صلی اللہ علیک وسلم) مگر رحم کرنے والا تمام جہانوں کے لئے''۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب وصال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ مدینہ شریف سے باہر تھے۔ آپؓ تشریف لائے تو حضورِ اقدس ﷺ کے چہرۂ انور سے چادر اٹھائی' آپ ﷺ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور بے اختیار رو پڑے۔ پھر آپؐ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔ **بابی انت وامی طبت حیا ومیتا والذی نفسی بیده لایذیقک الله الموتتین ابدا اما الموتة التی کتب الله علیک فقد متها**''۔ میرے باپ آپؐ پر قربان! آپؐ حیات وموت دونوں کیفیتوں سے پاکیزہ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں کا ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا۔ جو موت اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے لکھی تھی' وہ آپؐ پر وارد ہو چکی ہے''۔ **(صحیح بخاری)**

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی شرح یوں کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مراد اس کلمہ سے یہ تھی کہ آپؐ قبرِ انور میں دوسرے لوگوں کی طرح دوسری موت کا ذائقہ بالکل نہیں چکھیں گے۔ دوسرے عام لوگوں کو قبر میں سوال و جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور پھر ان پر دوبارہ موت طاری کی جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ پر دوسری موت کبھی نہیں آئے گی۔ ایک دفعہ موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد آپؐ حیاتِ دائمہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی یہ بات حیات النبیؐ کی جانب بڑی واضح دلالت کرتی ہے۔ ایک اور مقام پر حضرت محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ ایسا ہے جس میں سب کچھ واضح ہے اور کسی کو اس میں اختلاف نہیں' یہ

حیات جسمانی ہے' جیسا کہ دنیا میں تھی۔ حضور فخرِ موجودات ﷺ کا احترام بعد از وصال اسی طرح لازم ہے جیسا آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں تھا۔ آپؐ بعد از وصال بھی اسی طرح رسولؐ ہیں' جس طرح اپنی مقدس زندگی میں تھے۔ مسجدِ نبویؐ میں آہستہ بات کرنی چاہیے اور دوسرے آداب کا بھی خیال رکھنا چاہیے''۔

امام جلال الدین سیوطیؒ ''الحاوی للفتاویٰ'' میں رقمطراز ہیں۔ **فحصل من مجموع هذه النقول والا حاديث ان رسول الله ﷺ حي بجسده وروحه وانه يتصرف ويسير حيث شاء في اقطار الارض وفي الملكوت وهو بهيئته التي كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه شئ وانه مغيب عن الا بصار كما غيبت الملائكة مع كونهم حيا باجسادهم و اذا اراد الله رفع الحجاب عمن اراد اكرامه برويته ﷺ راه على هيئته التي هو عليها۔**

رسول اللہ ﷺ جسم مع روح مبارک کے زندہ ہیں اور آپؐ اقطارِ زمین اور ملکوت میں جہاں چاہیں سیر کرتے اور تصرف فرماتے ہیں۔ آپ بغیر کسی تبدیلی کے اسی صورت میں ہیں' جس طرح وصال سے پہلے تھے۔ آپؐ فرشتوں کی طرح نگاہوں سے اوجھل ہیں' جب اللہ تعالیٰ کسی پر مہربانی فرمانا چاہتا ہے تو پردہ اُٹھ جاتا ہے اور اسے حقیقتاً زیارتِ بابرکت نصیب ہو جاتی ہے۔'' ایک اور مقام پر امام سیوطیؒ رقمطراز ہیں: ''تمام انبیاء علیہم السلام کی یہی کیفت ہے کہ وصال کے بعد ان کی روحیں واپس جسم کی طرف آ گئی ہیں اور ان کو قبروں سے نکل کر زمین و آسمان میں تصرف کی اجازت دی گئی ہے۔''

حضرت شاہ ولی اللہؒ ''**فیوض الحرمین**'' میں رقمطراز ہیں: ''مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں سے یہ نعمت بھی عطا فرمائی کہ مجھے ۱۱۴۳ھ میں حجِ بیت اللہ معرفت اور مشاہدے

کے ساتھ نصیب ہوا۔ میں نے سرورِ دو عالم ﷺ کو بار بار اور اکثر امور میں اسی صورت میں دیکھا جس میں آپؐ تھے' باوجود اس کے کہ میری یہ خواہش رہی کہ آپؐ کو روحانیت میں دیکھوں۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ آپؐ اپنی روح کو جسم پر ظاہر فرماتے ہیں''۔ آپؒ سے یہ بھی روایت ہے ''میں نے قرآنِ مجید حضور نبی ءکریم ﷺ سے بلا واسطہ پڑھا۔ میں نے بالمشافہ اور عالمِ خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے احادیث سنیں۔ بعض احادیث کی حضور ﷺ نے فوراً اصلاح فرمائی''۔

واقعۂ کربلا کے بعد ۶۳ھ میں یزید نے ایک لشکر جرار مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں اہلِ مدینہ طیبہ سے جبری بیعت کے لئے بھیجا۔ اس لشکر نے اپنے ڈیرے ''حرّہ'' کے مقام پر ڈالے۔ (حرّہ مدینہ منورہ کے باہر وہ قطعۂ زمین ہے جہاں بہت سے سیاہ پتھر پائے جائے ہیں)۔ جب یزیدی افواج نے مدینہ طیبہ میں قتلِ عام اور لوٹ مار کا بازار گرم کیا تھا۔ حضرت سعیدؒ بن مسیّبؒ کے علاوہ اس وقت مسجدِ نبویؐ میں کوئی اور نہیں ہوتا تھا' حضرت سعیدؒ بن مسیّبؒ کو افضل التابعین کہا جاتا ہے' آپؒ نے ان سینکڑوں ہستیوں کو دیکھا تھا جنہیں بارہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف حاصل رہا۔ امام دارمیؒ ابن سعدؒ' ابو نعیمؒ اور علامہ ابنِ جوزیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعیدؒ بن مسیّبؒ نے ارشاد فرمایا: ''**ثم اذا اقيمت الصلوة اسمع فتقدمت فصليت و ما في المسجد احد غيري**۔ (جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی قبرِ اطہر سے اذان کی آواز سنتا تھا) پھر جب اقامت ہوتی' تو میں سنتا تھا اور اسی اقامت سے نماز پڑھتا تھا حالانکہ میرے سوا مسجد میں کوئی نہیں ہوتا تھا۔ (**جذب القلوب' خصائص کبریٰ خلاصة الوفا**)

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں: ''برزخ میں حضورِ اقدس ﷺ کے یہ مشاغل ثابت ہیں (۱) اعمالِ اُمت کا ملاحظہ فرمانا (۲) نمازیں پڑھنا (۳) مناسب غذا اُس عالم کی تناول فرمانا (۴) سلام کا سننا (۵) سلام کا جواب دینا۔''

وما ارسلنک الا رحمة للعالمین'. اور نہیں بھیجا ہم نے آپؐ کو اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! مگر رحم کرنے والا تمام جہانوں کے لئے''۔ اس آیت کی تفسیر میں سیّدنا شیخ عبدالغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں: طٰہٰ کے نور سے تمام مخلوقات پیدا کی گئی ہے' تو تمام افراد اس ضمن میں آ گئے اور کوئی ایسا فرد نہیں بچا جو اس عموم میں شامل نہ ہوا ہو۔

حضور نبی ءکریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھارہ ہزار عالم کے ہر فرد کو نور کا فیض پہنچا رہے ہیں۔ تمام عالمِ ممکنات اور موجودات کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ اصل الاصول ہے اور ہر فردِ ممکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرع اور شاخ کا حکم رکھتا ہے۔ جس طرح درخت کی تمام شاخیں جڑ سے حیاتِ نباتی حاصل کرتی ہیں اسی طرح عالمِ امکان کا ہر فرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر قسم کے فیوض و برکات کا استفادہ حاصل کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کو اس کے حسبِ حال فیض رسانی فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ ''**فیوض الحرمین**'' میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''**لم یزل صلی اللہ علیہ وسلم ولا یزال متوجھا الی الخلق مقبلا بوجہ رایتہ** ﷺ **مستقرا علی تلک الحالة الواحدة دائمالا یزعجہ نفسہ ارادة متجددة و لا شیئی ومن الدواعی نعم لما کان وجہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الخلق کان قریباً جداً ومن ان یرتفع انسان الیہ بجھد ھمتہ فیغیث فی نوائبہ اویفیض علیہ من برکاتہ حتی یتخیل انہ ذو ارادت متجددة کمثلی الذی**

بھمتہ اغاثتہ المظلو مین المحتاجین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خلقت کی طرف متوجہ اور ملتفت ہیں' ان کی طرف اپنا رخِ انور فرمائے ہوئے ہیں' میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اسی حالتِ واحدہ پر قائم دیکھا۔ وہاں سے کوئی ارداہ اور داعیہ آپ کو ہٹا نہیں سکتا۔ ہاں جس وقت آپ خلق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو نہایت قریب ہوتے ہیں' جب انسان آپؐ کی بارگاہ میں فریادرسی کی التجا کرے تو آپؐ اس کی مصیبت میں اس کی مدد فرماتے ہیں' آپؐ صاحبِ ارادت متجددہ ہیں جیسے کوئی شخص مظلوموں اور محتاجوں کی مدد میں مصروف ہو''۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ آپؐ رحمتہ للعالمین ہیں اور جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کے ساتھ متصف نہ ہوں کسی کو فیض نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: **ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون**. ''اور نہ کہو ان لوگوں کو جو قتل کئے گئے اللہ کی راہ میں مردہ' بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے''۔ حافظ محمد ادریس حیات النبیؐ کے ذیل میں فرماتے ہیں: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکمِ **"کل نفس ذائقہ الموت"** تھوڑی دیر کے لئے موت کا ذائقہ چکھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو زندہ کر دیا۔ اب آپ ﷺ حیاتِ جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور آپؐ کی یہ حیات' حیاتِ شہداء سے کہیں زیادہ اکمل اور افضل ہے''۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ رقمطراز ہیں: ''شاذ و نادر ہی کوئی ایسا نبی ہوگا جہاں نبوت کے ساتھ شہادت جمع نہ کی گئی ہو۔ پس انبیائے کرام نبی ہونے کے اعتبار سے بھی زندہ ہیں اور شہید ہونے کے اعتبار سے بھی''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالتِ شہادت وصال فرمایا۔ اس حقیقت کی وضاحت احادیثِ صحیحہ میں بڑی

صراحت کے ساتھ آئی ہے۔ ''**واخرج البخاری والبیھقی عن عائشۃؓ کان النبی ﷺ یقول فی مرضہ الذی توفی فیہ لم ازل اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فھذا اوان انقطع ابھری من ذالک السم** ۔امام بخاریؒ اورامام بیہقیؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے فرمایا کہ ''رسول اللہ ﷺ اپنی مرضِ وفات میں فرماتے تھے کہ میں نے خیبر میں جوزہر آلود کھانا کھایا تھا' اس کی تکلیف میں ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں' پس اب وہ وقت آ گیا ہے کہ اسی زہر کے اثر سے میری جان منقطع ہو جائے''۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''**حیاتی خیر لکم ووفاتی خیر لکم تعرض اعمالکم علی فما رأیت من خیر حمدت اللہ و ما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم** ۔میری یہ حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے جس میں تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے' جن میں بھلائیاں دیکھ کر میں خدا کا شکر کروں گا اور برائی دیکھ کر تمہارے لئے اللہ سے استغفار کروں گا''۔قرآنِ پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے واضح بتا دیا کہ حضور ﷺ اپنی امت کے گواہ ہیں۔حضرت عبداللہؒ بن مبارک حضرت سعیدؒ بن مسیبؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؒ نے فرمایا ''ایسا کوئی دن نہیں گزرتا کہ رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں صبح وشام اعمالِ امت نہ پیش ہوں۔آپؐ اپنی امت کے اعمال سے واقف ہیں۔اس لئے آپؐ اس کی گواہی بھی دیں گے''۔اللہ تعالیٰ نے اس بات کی صراحت اس آیت میں فرمادی: **فکیف اذا جئنامن کل امۃ بشھید و جئنا بک علیٰ ھولاء شھیدا** ۔ (تو کیسا رہے گا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور تمہیں ان سب پر گواہ

بنائیں گے''۔

حضرت ابودرداؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں: ''**اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود و تشھدہ الملائکۃ وان احداً لن یصلی علیّ الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا و بعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللّٰہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق**۔جمعہ کے دن مجھ پر درود پاک کی کثرت کیا کرو کیوں کہ وہ یوم مشہود ہے۔ملائکہ اس دن آتے ہیں۔کوئی بھی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ بندہ خواہ کہیں ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔ہم نے عرض کیا' کیا آپؐ کے وصال کے بعد بھی؟۔آپؐ نے فرمایا ''ہاں وصال کے بعد بھی! اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کے لئے اجسامِ انبیاء کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔اللہ کے نبی زندہ ہوتے ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے''۔**(ابن ماجہ)**

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں: شیخ رضی الدین حسنؒ نے احادیثِ صحیحہ پر ایک کتاب ''**مشتاق الانوار**'' مرتب کی۔آپؒ کو کسی حدیث میں مشکل پیش آتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتے اور اس حدیث کی تصحیح فرمالیتے۔حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں جو احادیث ''**مشتاق الانوار**'' میں تحریر ہیں سب صحیح ہیں۔۲۲۴۲ احادیثِ مبارکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے صحیح شدہ ہیں۔

(راحۃ القلوب۔ملفوظات حضرت بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ)

امام قسطلانیؒ ''**مواھب اللدنیہ**'' میں ارشاد فرماتے ہیں: ''**لافرق بین موتہ و حیاتہ فی مشاھدتہ لامتہ و معرفتہ باحوالھم وحیاتھم ونیّاتھم و عزائمھم وخواطرھم و ذلک عندہ جلی لا خفاء بہ**''۔سیّدِ کائنات ﷺ کی دنیوی

زندگی اور وصال کی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔ حضور ﷺ اپنی امت کے احوال کو دیکھ رہے ہیں۔ اپنی امت کی نیتوں، ارادوں اور دلی خطرات کو پہچانتے ہیں۔ اور یہ امر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اتنا واضح ہے کہ اس میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے۔

حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ فرماتے ہیں: ''میرے خیال میں ظہور و سریانِ حقیقتِ احمدیہ ہر عالم و ہر مرتبہ اور ہر ذرہ ذرہ میں عند المحققین من الصوفیہ ثابت ہے۔ اس کو حقیقت الحقائق کہتے اور لکھتے ہیں. **فھو نورہ، صلی اللہ علیہ وسلم اوّلاً**۔ جو بصورتِ معنویہ قلبِ تقی و نقی اور جسدِ شریف عنصری کے ظاہر ہوا۔ ظہورِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصورتِ مثالیہ شریفہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہر مکان و ہر زمان میں احادیثِ صحیحہ میں ثابت ہے، جس کا اقرار واقعی آنحضرت ﷺ کا اقرار اور اس کا انکار آپ کا انکار مانا گیا ہے۔ (کمافی حدیث البخاری فی کتاب الایمان)۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: نبیء پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کبھی وجودِ مثالی کے ساتھ خواب میں جلوہ افروز ہوتی ہے اور کبھی آپ بیداری میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اس طرح امام جلال الدین سیوطیؒ نے ۲۲ مرتبہ (بعض روایات کے مطابق ۷۲ مرتبہ)۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ بیداری دیکھا اور آپ سے چند احادیث کی تصحیح فرمائی۔ اسی طرح امام عبدالوہاب شعرانیؒ رقمطراز ہیں کہ میں نے اپنے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بخاری شریف پڑھی اور وہ دعا بھی تحریر فرمائی جو صحیح بخاری کے ختم پر آپ نے پڑھی تھی۔ **(فیض الباریؒ)**

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وصیت جو انہوں نے وصال سے پہلے فرمائی تھی، قیامت تک کی امتِ مسلمہ کے لئے واضح دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو قبرِ انور میں زندہ مانتے ہیں۔ امام فخر الدّین رازیؒ **تفسیرِ کبیر** میں لکھتے ہیں ''جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ حضور ﷺ کے حجرۂ مبارکہ کے سامنے رکھ دینا، اگر دروازہ کھل جائے اور قبرِ انور سے آواز آئے کہ ابوبکرؓ کو اندر لے آؤ تو مجھے حجرۂ مبارکہ میں دفن کرنا۔ بصورتِ دیگر جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ چنانچہ جب آپؓ کے وصال کے بعد جنازہ حجرۂ مبارکہ کے سامنے رکھ دیا گیا تو دروازہ خود بخود کھل گیا اور قبرِ انور سے آواز آئی ''**ادخلوا الحبیب الی الحبیب**'' دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو''۔ **(ترمذی شریف)**۔

علامہ قرطبیؒ بسندِ حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں: حضور ﷺ کے جسدِ اطہر کی تدفین کے تین دن بعد ایک اعرابی آیا، وہ قبرِ رسول ﷺ پر بے اختیار لوٹنے اور اپنے سر پر خاک اڑانے لگا، کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! آپؐ نے حکم دیا تو ہم نے آپؐ کی بات مانی، آپؐ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''**ولو انھم اذظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما**''. اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے، تو یقیناً کہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں۔ تب قبرِ انور سے آواز آئی تمہاری مغفرت ہوگئی۔ **(القرطبی)**

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ''**روح الحج والحج**'' میں رقمطراز ہیں: ''حضرت سیّدنا احمد رفاعیؒ جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو آپؒ نے روضۂ رسول اللہ ﷺ پر جا کر بلند آواز سے عرض کیا ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا جدّی!'' قبرِ انور سے جواب آیا. **وعلیک السلام یا ولدی**''۔ یہ سننا تھا کہ شیخ احمد رفاعیؒ پر وجد کی کیفیت طاری

ہوئی اور اسی عالم میں انہوں نے فرمایا: ''اب تو یا رسول اللہ! ہاتھ بڑھا دیجئے تا کہ اس کو بوسہ دے سکوں''۔ مولانا تھانوی لکھتے ہیں: ''روضۂ انور سے ایک ہاتھ باہر نکلا جس کی نورانیت نے آفتاب کو بھی ماند کر دیا تھا''۔ اسی واقعہ کو علامہ سیوطیؒ نے بھی لکھا ہے کہ ''جس وقت یہ واقعہ ہوا تقریباً نوے ہزار آدمیوں نے آپؐ کے ہاتھ مبارک کی زیارت کی' ہر طرف ایک ہلچل مچی ہوئی تھی اور لوگ نہایت شوق و محبت سے ہاتھ چوم رہے تھے''۔

مولانا عبدالمجید صدیقی لکھتے ہیں: ''لاہور کے ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ چاند اپنی پوری گولائی کے ساتھ موجود ہے اور اس پر مشرقی پاکستان کا نقشہ بنا ہوا ہے۔ اس نقشہ پر یہ حروف لکھے ہوئے ہیں'' **سنهلک الارض واهلها**'' ہم اس زمین اور یہاں کے رہنے والوں کو عنقریب ہلاک کر دیں گے'' سقوطِ مشرقی پاکستان کے موقع پر ان ہی صاحب نے ۹۔۱۰ جنوری ۱۹۷۲ء کی درمیانی شب خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کی' آپ ممبر پر تشریف فرما تھے' آپؐ کے دائیں بائیں علماء کھڑے تھے۔ ایک عالم نے کھڑے ہو کر مشرقی پاکستان کے حالات بیان کرنے شروع کر دیئے۔ جب انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ بھارت کی فوجیں فاتحانہ انداز سے ہمارے ملک میں داخل ہو گئیں' تو حضور ﷺ نے اپنے داہنے دستِ مبارک کی انگلیوں سے اپنی پیشانی تھام لی' آپؐ کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہنے لگے۔ تمام اہلِ مجلس پر گریہ طاری ہو گیا اور بعض لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ کچھ دیر سکوت کے بعد حضور ﷺ نے علماء کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اس حادثہ پر ملائکہ بھی غم زدہ ہیں مگر تمہارے اعمال کی وجہ سے انہیں تمہاری مدد کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ پھر آپؐ کا چہرۂ انور سرخ ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا: ''تمہیں معلوم ہے کہ اس ملک میں میری نبوّت کا مذاق اڑایا گیا اور میری سنت کی اہانت کی گئی۔ اے جماعتِ علماء! امت کو میرا یہ

پیغام سنا دو کہ جب تک حکمران عیاشی ترک نہیں کریں گے اور علماء حق کو چھپانے' ریاکاری عام کرنے اور دنیا کی ہوس سے باز نہیں آئیں گے' جب تک عورتیں ناچ گانے' شوہروں کی نافرمانی' عریانی اور بے پردگی نہیں چھوڑیں گی' اور پوری قوم جھوٹی گواہی' غیبت' شراب نوشی' سود خوری اور شرک سے باز نہیں آئیں گے تو اس وقت تک تم عذابِ الٰہی سے نہیں بچ سکتے۔''

امام مالکؒ فرماتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کا مشاہدہ ان کے احوال' نیّتوں' عزائم و خیالات کے بارے میں آج بھی اسی طرح ہے جس طرح ظاہری حیات کے دوران تھا۔ یہ بات میرے نزدیک واضح ہے' اس میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں''۔ حضرت خواجہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ ''شمائمِ امدادیہ'' میں فرماتے ہیں ''اگر جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں تشریف آوری کا احتمال کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ روح زمان و مکان کی قید سے آزاد ہوتی ہے۔ جب عالمِ ارواح اس قید سے مقیّد نہیں تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح الارواح کیوں کر قریب و دور کی قید میں مقیّد ہو سکتی ہے؟''۔

عصرِ حاضر کے مشہور عرب عالم و مفکر ڈاکٹر محمد علوی مالکی اپنی کتاب ''الذخائر المحمدیہ'' میں ارشاد فرماتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت ہر جگہ موجود ہے۔ آپؐ کی روحِ طیّبہ مجالس ذکر و فکر میں تشریف فرما رہتی ہے' علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام اہلِ زمین کے لئے ایک ہی رات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ممکن ہے کیوں کہ تمام عالم آئینے کی مانند ہے اور سیّدنا و مولانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت ایک سورج کی مانند ہے۔ جب یہ سورج چمکتا ہے تو ہر ایک آئینے کی مقدار کے مطابق اس میں سورج کی صورت نظر آتی ہے۔ اب یہ آئینے پر منحصر ہے کہ وہ بڑا ہے یا چھوٹا'

صاف ہے یا دھندلا' لطیف ہے یا کثیف' پس جس طرح کا شیشہ ہوگا سورج بھی اسی لحاظ سے اس میں منعکس ہوگا''۔

صاحبِ کتاب **''لبیک''** جناب ممتاز مفتی لکھتے ہیں ''قدرت اللہ شہاب نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ پاکستان کا ایک فوجی افسر عمرہ ادا کرنے کے لئے ایک مہینے کی چھٹی پر یہاں آیا' مسجدِ نبوی میں اس نے دیکھا کہ بچے شور مچا رہے ہیں۔ اسے یہ اچھا نہ لگا' کہنے لگا' یہ سراسر بے ادبی ہے کہ بچے مسجدِ نبوی میں شور مچاتے پھریں۔ اس نے بچوں کو ڈانٹا' اس پر اس کے ایک دوست نے' جو مدینہ منورہ میں ایک ڈسپنسری کا ڈاکٹر تھا' اس کو منع کیا کہ بچوں کو مت ڈانٹیں' بچے حضور ﷺ کو پسند ہیں۔ افسر نظم وضبط کا بڑا متوالا تھا۔ اس نے ڈاکٹر کی سنی ان سنی کر دی۔ رات کو اس موضوع پر دونوں میں بحث چھڑ گئی۔ ڈاکٹر کہنے لگا: ''حضور نبی ءکریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند نہیں کرتے کہ بچوں کو ڈانٹا جائے'' اسی رات افسر نے خواب دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں اور بڑے جلال میں فرماتے ہیں ''اگر آپ میری مسجد میں بچے ناپسند کرتے ہیں تو مدینہ سے واپس چلے جائیں''۔ اگلے روز پاکستان کے فوجی ہیڈ کوارٹر سے تار موصول ہوا جس میں اس افسر کی چھٹی منسوخ کر دی گئی تھی اور اسے فوراً ڈیوٹی پر حاضر ہونے کا حکم دیا گیا تھا''۔

علامہ نور الدین سمہودیؒ اپنی کتاب **''خلاصۃ الوفا''** میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ **''جذب القلوب''** میں لکھتے ہیں۔ ۱۱۷۳ء میں نور الدین زنگیؒ نے ایشائے کوچک پر حملہ کیا اور کئی شہر فتح کر لئے' بغداد کے عباسی خلیفہ نے سلطان نور الدین زنگیؒ کو مصر' شام اور موصل کا بااختیار حکمران تسلیم کر لیا۔ سلطان نور الدینؒ نے پے در پے حملے کر کے صلیبیوں سے شام اور فلسطین کے کئی علاقے بھی چھین لئے اور انہیں واپس یورپ بھاگنے پر مجبور کر

دیا۔ مغرب کی اتحادی فوجوں کے سامنے سلطان نور الدین زنگیؒ بہت بڑی رکاوٹ بن گیا۔ جب صلیبیوں کے سب منصوبے ناکام ہونے لگے تو فریڈرک اوّل نے ایک بھیانک منصوبہ تیار کیا اور اس پر عمل شروع ہو گیا۔ ایک رات سلطان نور الدین زنگیؒ نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی تو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو نیلی آنکھوں والے اشخاص کی جانب اشارہ کر کے فرما رہے ہیں۔ ''مجھے ان دونوں کے شر سے خلاصی دو''۔ سلطان گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا' نوافل ادا کئے اور لیٹ گیا۔ ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ دوبارہ یہی خواب دیکھا۔ گھبراہٹ کے عالم میں اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے وزیر جمال الدین موصلی کو بلوایا۔ وزیر نے خواب سن کر کہا' بغیر تاخیر کے فوراً مدینہ منورہ روانہ ہو جایئے' کسی اور سے اپنے اس خواب کا ذکر مناسب نہیں۔ سلطان نے سوچا کہ شاید مدینہ منورہ میں کوئی المناک حادثہ پیش آیا ہے' لہٰذا جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔ صبح کا انتظار کئے بغیر اپنے وزیر' بیس اراکینِ مجلس اور دو سو سپاہیوں کے ہمراہ کثیر مال وزر کے ساتھ سلطان نور الدین زنگیؒ برق رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہو گیا۔ دن رات مسلسل سفر میں رہنے کے بعد سب سولہ روز میں مدینہ طیبہ پہنچے۔ اس وقت حجاز پر بھی سلطانؒ کی حکمرانی تھی۔ سلطان کی اچانک آمد سے ساکنانِ مدینہ منورہ حیران ہو کر رہ گئے۔ سلطانؒ نے امیرِ مدینہ سے سارا واقعہ کہہ سنایا اور اس سے مشورہ طلب کیا۔ امیرِ مدینہ نے تمام شہر میں منادی کرا دی کہ سلطانِؒ وقت تمام اہلِ مدینہ کی دعوت کر رہے ہیں اور ساتھ ہی وہ انہیں انعام واکرام سے نوازنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان کا حکم ہے کہ مدینہ منورہ کا رہنے والا کوئی شخص اس سے محروم نہ رہے۔ پس ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ فوراً سلطانؒ کے حضور حاضری دے۔

تمام اہلیانِ مدینہ منورہ سلطان کی دعوت میں شریک ہوئے۔ انعام دیتے وقت

سلطان ہر فرد پر گہری نظر ڈال کر پہچاننے کی کوشش کرتا' ایک ایک کر کے تمام شہری رخصت ہو گئے مگر نیلی آنکھوں والے دونوں اشخاص' جن کی شکلیں خواب میں دکھائی گئی تھیں' نظر نہ آئے۔ سلطان نے امیرِ مدینہ اور دیگر حاضرین سے پوچھا' کیا مدینے کی آبادی کے تمام افراد اتنے ہی ہیں' کوئی باقی تو نہیں رہ گیا؟ ایک خادم کہنے لگا'' اے امیر! صرف دو اہلِ مغرب' جو نہایت متقی' پرہیز گار اور گوشہ نشین ہیں' باقی رہ گئے ہیں۔ وہ دونوں جنت البقیع میں پانی پلانے کی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔'' سلطانؒ فوراً ان کے حجرے میں پہنچا۔ ان سے مصافحہ کیا' ان سے گفتگو کے دوران سلطانؒ کی نظریں مسلسل حجرے کا جائزہ لیتی رہیں۔ حجرہ کے فرش پر ایک معمولی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ ایک الماری میں قرآنِ پاک کا نسخہ اور چند کتابیں رکھی ہوئی تھیں اور کچھ کھانے پینے کا سامان تھا۔ سلطان سخت پریشان ہوا۔ انہوں نے چٹائی ہٹائی تو ایک تختہ نظر آیا۔ تختہ کو ہٹایا گیا تو ایک سرنگ نظر آئی جو روضہء رسول ﷺ کی طرف جا رہی تھی۔ اسی وقت دونوں کو گرفتار کر لیا گیا اور ان سے پوچھ گچھ کی گئی۔ دونوں نے اقبالِ جرم کر لیا اور اعتراف کیا کہ وہ روم کے عیسائی باشندے ہیں۔ روم کے بادشاہ فریڈرک اول نے انہیں اس کام کے لئے باقاعدہ تربیت دلائی اور عربی معاشرت کے بارے میں بتایا گیا' یہاں تک کہ انہوں نے یہاں کی مقامی زبان بھی سیکھ لی اور وہ مسلمانوں جیسا حلیہ بنا کر یہاں پہنچے تاکہ حضرت محمد ﷺ کا جسدِ مبارک لحدِ مبارک سے نکال کر روم لے جا سکیں۔ اس طرح مسلمانوں کی مرکزیت ختم ہو جائے۔ ہم نے حُبِ رسول ﷺ اور دینداری کا مظاہرہ کیا' اہلِ مدینہ ہماری خیرات وصدقات دیکھ کر ہم پر مہربان ہو گئے اور روضہ کے بالکل متصل رہنے کے لئے ہمیں حجرہ دے دیا۔ ہم نے چپکے چپکے روضۂ مبارک کی طرف سرنگ کھودنا شروع کر دی۔ رات بھر کھودتے رہتے اور صبح سویرے چمڑے کے دو

تھیلوں میں مٹی بھر کر جنت البقیع میں سلام کرنے کے بہانے ڈال آتے۔ دن میں نخلستانوں اور قبا وغیرہ میں گھوم پھر کر پانی پلاتے۔ برسوں کی محنت کے بعد آج ہم جسدِ مبارک کے قریب پہنچے ہیں۔ کہا جاتا ہے جس رات یہ سرنگ جسدِ اطہر کے قریب پہنچنے والی تھی' اسی رات زبردست زلزلہ اور بادوباراں کا طوفان آیا جس کے باعث لوگ دہشت اور پریشانی میں مبتلا رہے۔ یہ واقعات سن کر سلطان پر رقت طاری ہو گئی اور وہ زار و قطار رونے لگے۔ اسی وقت ان لعینوں کا سرتن سے جدا کر دیا اور سلطان سجدۂ شکر بجالایا۔ اس کے بعد سلطان نے روضہء اطہر کے اردگرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا پھر اسی خندق میں سطحِ زمیں تک سیسہ پگھلا کر بھروا دیا تاکہ آئندہ کے لئے ایسے خطرہ کا کوئی امکان نہ رہے۔

قاضی ابوجعفر کوفیؒ کا یہ معمول تھا کہ اولادِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں سے جو شخص کوئی چیز طلب کرتا' تو اگر وہ اس چیز کی قیمت دے دیتا تو لے لیتے ورنہ ملازمین کو کہہ دیتے کہ جو چیز وہ مانگتا ہے' دے دو اور اس کی قیمت حضرت علیؓ کے ذمہ لکھ دو۔ کچھ عرصہ تک معاملہ یوں ہی چلتا رہا' پھر گردشِ ایام میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ قاضی جعفرؒ محتاج اور نادار ہو گیا۔ غربت نے گھر میں ڈیرے ڈال دیئے۔ ایک دن ایک مسخرے نے طعنہ دیا:'' تمہارے علیؓ نے جو روپیہ تمہیں دینا ہے' وہ کہاں گیا؟'' یہ سن کر قاضی کا دل غمگین ہو گیا' بوجھل قدموں سے گھر آیا اور سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حسنین کریمینؓ تشریف لائے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرات حسنینؓ سے فرماتے ہیں'' تمہارے والد کہاں ہیں؟''۔ اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تشریف لاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں'' یا رسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں''۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا''

اے علیؓ! تو اس غریب کا قرض کیوں ادا نہیں کرتا؟'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہؐ! میں لایا ہوں۔'' آپؐ نے ارشاد فرمایا ''انہیں دے دو''۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فوراً ایک تھیلی قاضی ابوجعفرؒ کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا: ''یہ اس کی قیمت ہے جو میری اولاد نے تجھ سے سامان لیا تھا اور تو نے بلا قیمت ان کو دے دیا تھا!'' اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''اے ابوجعفر اس کو لے لے اور اولادِ علیؓ میں سے جو تجھ سے سامان لینے آئے اس کو دے دیا کر، تو کبھی محتاج نہ ہوگا۔''

قاضی ابوجعفرؒ کہتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو تھیلی میرے ہاتھ میں تھی۔ بعد ازاں میں نے وہ رجسٹر دیکھا جس میں اولادِ علیؓ کے ذمہ قیمت لکھی ہوئی تھی مگر اب وہاں کچھ نہیں لکھا ہوا تھا، سب مٹا دیا گیا تھا۔

قارئینِ کرام! یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ ہمارے نبیؐ زندہ ہیں۔ حضور ﷺ کے وصال کے فوراً بعد ہی یہ جہت لوگوں کی نگاہوں کے سامنے آ گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ اپنی امت کے حالات سے اچھی طرح واقف ہیں اور امتیوں پر نہایت شفقت، محبت اور عنایات فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر دم توجہات و فیوضاتِ مصطفیٰ صلی علیہ وسلم سے بہرہ ور رکھے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

خاتم النبیین ﷺ

تاریخِ عالم شاہد ہے کہ اسلام دشمن قوتوں نے دینِ اسلام کو مٹانے کے لئے ہر دور میں تمام ممکنہ حربے استعمال کئے۔ مگر اُن کی تمام مساعی اکارت گئیں اور اسلامی شوکت و حشمت کا چراغ مسلسل فروزاں رہا۔ تاریخ کے یہ ابواب روزِ روشن کی طرح ہماری آنکھوں کے سامنے کھلتے ہیں کہ سہانے فتنوں کے جال بچھائے گئے، مگر شکاری خود شکار بن کر اس جال میں پھنس گئے۔ یورپ کے صلیبی لشکر صدیوں تک اسلامی طاقتوں کے ساتھ نبرد آزما ہوتے رہے۔ لیکن فتح و نصرت ہمیشہ اہلِ اسلام کا مقدر بنی۔ تاتاری قوم بادِ سموم بن کر چاروں طرف چھا گئی، خوف ناک قتل و غارت کا بازار گرم کیا، انسانی کھوپڑیوں کے مینار بنائے، کُشتوں کے پشتے لگائے۔ انجامِ کار ضلالت میں بھٹکنے والے لوگ خود راہِ راست پر آئے اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ علامہ اقبالؒ اسلام کی اس شاندار فتح و نصرت کو اپنے منفرد پیرائے میں یوں بیان کرتے ہیں۔

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اہلِ باطل نے اپنے تمام حربے استعمال کئے مگر ہر محاذ پر مُنہ کی کھائی، آخر انہوں نے اپنے ترکش کا زہر میں بجھا ہوا آخری تیر استعمال کرنے کی ٹھانی۔ علامہ اقبالؒ نے ان کے اس مکروہ منصوبے کو یوں بے نقاب کیا:

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

اس بھیانک مقصد کے حصول کے لئے جو بھونڈی سازش تیار کی گئی تھی اُس کے

بارے میں مستشرق کیمون کی زبانی ایک بیان ملاحظہ ہو: ''محمد ﷺ کی قبر ایک ایسا پاور سٹیشن ہے جہاں سے مسلمانوں کے قلوب واذہان میں توانائی کی وہ لہریں پیدا ہوتی ہیں جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں۔۔۔۔ میں پختہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ یورپ کے مادی ومعنوی وجود کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم کعبہ کو گرادیں (معاذ اللہ) محمد ﷺ کا وجودِ اقدس قبر سے نکال لیں۔ (**الاتجاہات الوطنیۃ ج ۱: ص ۳۲۱۔ الفکر الاسلامیہ الحدیث وصلتہ بالاستعمار الحدیث: ص: ۵۱**) مغربی دنیا کے ایک محقق گارڈنر کا بیان ہے: ''اسلام کے اندر وہ غیر معمولی قوت وطاقت پوشیدہ ہے جو یورپ کے لیے حقیقی اور اصلی خطرے کی حیثیت رکھتی ہے''۔ (**التبشیر: ۳۹**)۔ فوجی امور کا ماہر ایک امریکی یہودی پروفیسر ہرٹز (**Hertz**) لکھتا ہے: ''مسلمانوں اور بالخصوص پاکستانیوں کے دل رسولِ عربی (ﷺ) کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہی وہ جذبہ ہے جو عالمی صیہونیت کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے اور جو اسرائیل کی توسیع کے راستہ میں ایک زبردست رکاوٹ ہے۔ لہٰذا یہودیوں کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ محمد (ﷺ) کے ساتھ اس جذبۂ محبت کے تمام وسیلوں کو کمزور کر دیں۔ تب ہی وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں''۔ (**الفلسطین: بیروت' جنوری ۱۹۷۲ء**)۔

چودہ صدیاں بیت چکی ہیں' کفر وباطل آج بھی حضرت محمد ﷺ کے نام سے لرزہ براندام ہے۔ اسرائیل کا ایک سابق وزیراعظم بن گوریان کپکپاتی اور لڑکھڑاتی زبان سے یوں اظہارِ خیال کرتا ہے: ''میں بڑی شدت سے ایک چیز کا خدشہ محسوس کرتا ہوں اور ہم میں سے کون ہے جو اس چیز کا خطرہ محسوس نہیں کرتا' اب یہ نہ ہو کہ کل کوئی عالمِ عرب یا عالمِ اسلام میں نیا محمد ظہور پذیر ہو جائے''۔ (**جریدہ الکفاح الاسلامی' شمارہ اپریل دوسرا ہفتہ**

۱۹۵۵ء)

آپ ان الفاظ کا بدقتِ نظر مطالعہ کریں کہ اسلام دشمن عناصر کے دلوں پر حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کس درجہ شدید خوف وہراس مسلط ہے۔ وہ اس خیال سے ہی ہراساں ہیں کہ اگر پھر کوئی نیا محمد اس دنیا میں آ گیا تو ان کے باطل نظریات اور فاسد افکار کا محل سرے سے مسمار کر دیا جائے گا' ان کا وجود یکسر کالعدم ہو جائے گا۔ اگر آنحضور ﷺ کی ذاتِ والاصفات سے مسلمانوں کی بے پناہ محبت نے ایک ولولۂ تازہ کی صورت اختیار کر لی تو اس کا سامنا کرنا آسان نہ ہوگا۔

۱۸۶۹ میں انگریز دانشوروں' سیاست دانوں اور پادریوں کا ایک وفد اس امر کی تحقیق وجستجو کرنے کے لئے ہندوستان آیا کہ ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کے جوش وخروش کے محرکات واسباب معلوم کئے جائیں۔ پھر ایسے اقدامات عمل میں لائیں کہ مسلمان اپنی تحریک کو مؤثر اور فعال بنانے میں یکسر ناکام ہو جائیں۔ متذکرہ وفد اس موضوع کی کئی زاویوں اور پہلوؤں سے چھان پھٹک کرتا رہا۔ ۱۸۷۰ء میں اس وفد کے ارکان کا لندن میں اجتماع ہوا جس میں ہندوستان کے اسلام دشمن نمائندے بھی شامل تھے۔ ہندوستان میں مذہبی فرقہ بندی اور دینی انتشار کی تحریک کو کامیاب بنانے کے سلسلے میں ایک رپورٹ تیار کی گئی جس کا عنوان ہے **The Arrival of British Empire in India**۔ اس رپورٹ میں انگریز سامراج نے دینِ اسلام میں انتشار اور افراتفری پھیلانے کے لئے ایک جھوٹا نبی بنانے کی ضرورت پر زور دیا جو انگریزوں کے اشارے پر عملی اقدامات کرے اور امتِ مسلمہ کے دل ودماغ میں نفاق وافتراق کا بیج کاشت کرے' رپوٹ میں کہا گیا ہے۔

"Majority of the Country blindly follows their pirs, their

spiritual leaders. If at this stage we succeed in finding someone who would be ready to declare himself a ***Zilli Nabi*** (apostalic prophet), then a large number of people can flourish under his patronage.... We have already over-powered the native governmets, mainly pursuing a policy of seeking help from the traitors. That was a different stage, for at that time, the traitors were needed from military point of view. But now when we have sway over every nook of the country and there is peace and order every where, we ought to undertake measures, which might create eternal unrest among the country". (Extract from the printed report, India Office Library. From "Qadian to Israel" page: 24).

''ہندوستان میں آبادی کی اکثریت اندھادھند اپنے پیروں یعنی روحانی رہنماؤں کی پیروی کرتی ہے' اگر اس مرحلے پر ہم ایک ایسا آدمی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو اس بات کے لئے تیار ہو کہ اپنے لئے ظلّی نبی ہونے کا اعلان کردے تو لوگوں کی بڑی تعداد اس کے گرد جمع ہو جائے گی۔ ہم نے پہلے بھی غداروں کی مدد حاصل کر کے ہندوستانی حکومتوں کو محکوم بنایا' لیکن وہ مختلف مرحلہ تھا۔ اس وقت فوجی نقطۂ نظر سے غداروں کی ضرورت تھی۔ اب جب کہ ہم نے ملک کے کونے کونے میں اقتدار جمالیا ہے اور ہر طرف امن وامان ہے' ہمیں ایسے اقدامات کرنے چاہیں جن سے ملک میں داخلی بے چینی پیدا ہو سکے''۔ **(اقتباس از رپورٹ مطبوعہ انڈیا آفس لائبریری لندن بحوالہ قادیان سے اسرائیل تک۔ ص ۲۴)**

انگریزوں کو اپنے منصوبے کی کامیابی کے لئے جھوٹی نبوت کے ایک بے حیا مدعی کی ضرورت تھی اور وہ ضرورت بلا تردّد جلد پوری ہو گئی۔ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ایسے غداروں کی تعداد موجود رہی ہے: مثلاً رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سے لے کر ابن سبا' ابن زیاد' ابنِ علقمی' بہاءاللہ' میر جعفر' میر صادق وغیرہ۔۔۔۔ یہ فہرست خاصی طویل ہے۔

جھوٹی نبوت کا ڈرامہ رچانے کے لئے جس شیطان صفت انسان کی ضرورت تھی وہ مرزا غلام احمد کے بھیس میں مل گیا۔ مرزا غلام احمد ۱۸۶۸ء کے لگ بھگ سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر کے آفس میں منشی کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہا تھا۔ انہی ایام کی بات ہے کہ ایک عربی نژاد محمد صالح ہندوستان میں وارد ہوئے۔ ان کے پاس ایک فتویٰ تھا' جس میں ہندوستان کو دار الحرب قرار دیا گیا تھا۔ انگریزوں نے اسے جاسوسی کے الزام میں حراست میں لے لیا۔ تفتیش کے سلسلہ میں ایک عربی مترجم کی ضرورت پیش آئی' مرزا غلام احمد کی خدمات حاصل کی گئیں۔ مرزا نے عرب دشمنی اور انگریز نوازی کی انتہا کر دی۔ جس کے باعث ڈپٹی کمشنر ہارکنس مرزا غلام احمد کا حد درجہ گرویدہ ہو گیا۔ انہی شب و روز میں برطانوی انٹیلی جنس کے ایک رکن اور مشہور پادری ایم۔ اے بٹلر نے مرزا غلام احمد سے ملاقات کی۔ مرزا نے انگریزوں کو خدمت و اعانت کی یقین دہانی کرائی۔ جب یہ پادری واپس انگلستان جانے لگا تو اس نے انتہائی خلوت میں مرزا سے خفیہ بات چیت کی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا محمود اپنی کتاب **''سیرتِ مسیح موعود''** میں لکھتا ہے۔

''ایم۔ اے۔ بٹلر' جو سیالکوٹ مشن میں کام کرتے ہیں اور جن سے حضرت صاحب (مرزا غلام احمد) کے بہت سے مباحثات ہوتے رہتے ہیں' جب ولایت واپس جانے لگے تو خود کچہری میں آپ کے پاس ملنے کے لئے آئے۔ جب ڈپٹی کمشنر نے پوچھا

کہ کس طرح تشریف لائے ہو تو بٹلر نے کہا' صرف مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے اور جہاں آپ (مرزا صاحب) بیٹھے تھے' سیدھے وہیں چلے گئے۔ کچھ دیر ان کے پاس بیٹھے اور لوٹ گئے **(سیرتِ مسیحِ موعود' ص ۱۰)**۔ پادری بٹلر کی اس ملاقات کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے بغیر کسی ظاہری سبب کے نوکری کو الوداع کہا اور واپس قادیان اقامت پذیر ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے شب و روز مطالعہ کی نذر کر دیئے۔ بحث آرائی و مناظرہ میں زیادہ وقت گزارا' پیری مریدی کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ مصلح بنا' مجدّد بنا' ایک قدم اور آگے بڑھا کر مہدی اور پھر مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا۔ آخر کار بیسویں صدی کا ہولناک فتنہ بن کر اپنی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر ڈالا۔ اُس کی ہرزہ سرائی کے ضمن میں چند باتیں بطور مُشتے نمونہ از خروارے درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ میں بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیا ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا وجود قرار دیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰)۔

۲۔ نبی ﷺ سے دین کی مکمل اشاعت نہ ہو سکی' میں نے پوری کی ہے۔

(حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۶۵)

۳۔ میری وحی کے مقابلے میں حدیثِ مصطفیٰ (ﷺ) کوئی شے نہیں۔

(اعجازِ احمدی ص ۵۲)

۴۔ آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے (حالانکہ مشہور تھا کہ سؤر کی چربی اس میں پڑتی ہے)۔

(مرزا کا ایک مکتوب مندرجہ اخبار الفضل ۲۲ فروری ۱۹۲۴)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس نوع کی خرافات اور لغویات کے دفاتر تحریر کرنے شروع کر دیئے۔ کفر و ضلالت کی فضا ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلنے لگی۔ علمائے کرام اور مشائخ عظام نے اہلِ اسلام کو ان باطل نظریات سے آگاہ کر کے حق واضح کرنے کی بھرپور جد و جہد کی۔ میرے جدِ امجد حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ بھی اس طرف متوجہ ہوئے۔ ان پر پہلے ہی سے یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ ہندوستان میں ایک گمراہ کن فتنہ رونما ہونے والا ہے' جس کے سدِّ باب کے لئے آپؒ کی خدمات کی ضرورت ہو گی۔ ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں حج کے موقع پر آپؒ کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک کشف کی بنا پر فرمایا تھا۔ ''عنقریب سرزمینِ ہند میں ایک بہت بڑا فتنہ رونما ہونے والا ہے جس کا سدّ باب آپؒ کی ذات سے متعلق ہے۔ آپؒ کا محض وہاں موجود رہنا ہی اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے کافی ہے''۔ چنانچہ آپؒ نے حجازِ مقدس میں قیام کا ارادہ ترک فرما دیا اور وطن واپس تشریف لے آئے۔ وطن واپسی پر اگلے ہی سال ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے مناظرِ اسلام' مجدّد اور پھر مامور من اللہ ہونے کے دعووں کا اعلان کر دیا۔ ملفوظاتِ مہریہ میں درج ہے کہ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ''رویا میں آنحضرت ﷺ نے مجھے مرزا قادیانی کی تردید کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے ''یہ شخص میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے کُتر رہا ہے۔ اور تم خاموش بیٹھے ہو!''۔

حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ نے مرزا قادیانی کے پیہم محاسبہ کا آغاز کر دیا۔ اس کے ہر دعویٰ کی گرفت کی' ہر موقع پر اس کا تعاقب کیا' اس کے باطل نظریات کے رد میں ''شمس الہدایہ'' تالیف فرمائی۔ یہ کتاب ہندوستان کے علماء و مشائخِ عظام اور مرزا قادیانی کو بھیجی گئی' جس کی وجہ سے قادیان میں تہلکہ مچ گیا اور مرزا قادیانی نے طیش میں آ کر حضرت پیر

صاحبؒ کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ آپؒ نے یہ چیلنج قبول کرلیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے طے شدہ پروگرام کے مطابق مناظرے کی غرض سے ۲۴۔ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ آپؒ نے ۲۹ اگست تک مرزا کی آمد کا انتظار کیا مگر اُس نے مقابلے سے راہِ فرار اختیار کی اور نہ آیا۔ مرزائیوں کے ایک وفد نے آپؒ کو مباہلہ کی دعوت دی کہ ایک نابینا اور اپاہج کے لئے پیر صاحب بھی دعا کریں اور ایک دوسرے نابینا اور اپاہج کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی بھی دعا کرے۔ دعا کی قبولیت کسی ایک فریق کی صداقت کی آئینہ دار ثابت ہوگی۔ آپؒ نے جواباً فرمایا ''مرزا صاحب سے کہو آئیں اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو وہ بھی منظور ہے'' بعد میں آپؒ نے کئی محفلوں میں بصراحت یہ بات واضح کی کہ ''یہ دعویٰ میری طرف سے نہیں تھا' عالمِ کشف میں حضرت نبی کریم ﷺ کے جمالِ باکمال سے میرا دل اس درجہ قوی ہوگیا تھا کہ اس سے بڑھ کر بھی کوئی دعویٰ کرتا تو اللہ تعالیٰ مجھے سچا ثابت کرنے کے لئے اسے بھی پورا فرما دیتا''۔

مقابلہ سے راہِ فرار اختیار کرنے کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی ذلت و رسوائی سے ہم کنار ہوا۔ اس رسوائی کا داغ دھونے کے لئے اس نے **''اعجاز المسیح''** کے نام سے سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھ ڈالی۔ ساتھ ہی مولوی امروہی سے ''شمسِ بازغہ'' نامی کتاب لکھوائی۔ حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ نے دونوں کتابوں کے ردّ میں شہرہ آفاق **کتاب ''سیفِ چشتیائی''** تصنیف فرمائی' جس سے مرزا صاحب کے جھوٹے دعووں کی قلعی کھل گئی اور اس کے باطل نظریات کی ایسی علمی تحقیقی تردید فرمائی کہ یہ کتاب اس موضوع پر سارے عالمِ اسلام میں ایک سند کی حیثیت اختیار کرگئی' اس کی اشاعت نے قادیانیت کی کمر توڑ ڈالی۔

پیر صاحب نے عشقِ رسول ﷺ کے تمام تقاضوں کو پورا کیا' دنیا انہیں فاتحِ قادیانیت کی حیثیت سے ہمیشہ خراجِ عقیدت پیش کرتی رہے گی۔ اسلام دشمن قوتوں کی ایسی

گھناؤنی سازش اہلِ اسلام کے لئے ایک انتباہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ سازش اب بھی سامراجی قوتوں کے زیرِ سایہ پنپ رہی ہے۔ اہلِ اسلام اس خطرہ سے آگاہ رہیں۔ واضح رہے کہ عقیدۂ ختمِ نبوت اسلام کی اساس ہے اور اس کے بغیر اسلامی ڈھانچے کی صورت یوں ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔

ان حالات میں ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا ہوگا اور عشقِ رسول ﷺ کا چراغ روشن رکھنے کے لئے ختمِ نبوّت کا پیغام گلی گلی' قریہ قریہ پہنچانا ہوگا۔ عقیدۂ ختمِ نبوت کی اشاعت کے لئے **''ایوانِ مہر علی شاہؒ''** کے زیرِ اہتمام ماہنامہ **''مہرِ منیر''** کی خصوصی اشاعتوں **''خاتم النبیین ﷺ نمبر''** اور ''خاتم النبیین ﷺ کانفرنس لاہور'' کا انعقاد اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہِ اقدس میں قبول فرمائے اور ہمیں ناموسِ مصطفیٰ ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین! بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰؐ ست
آبروئے ما زِ نامِ مصطفیٰؐ ست

❁

مُسلماں آں فقیرِ کج کُلاہے
رمید از سینۂ او سوزِ آہے
دلش نالد' چرا نالد؟ نداند
نگاہے یا رسولؐ اللہ! نِگاہے

ظہورِ رحمۃ للعالمین ﷺ

قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی سورہ آلِ عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ اُس نے ان کے لئے ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیات سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت سکھاتا ہے درآں حالیکہ پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔'' اس آیتِ مبارکہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ کی آمد اور بعثت بنی نوعِ انسان کے لئے عموماً اور اللہ پر ایمان رکھنے والوں کے لئے خصوصاً ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

تاریخِ عالم اس حقیقت کی گواہ ہے کہ جب ختمِ رسلؐ مولائے کلؐ دانائے سبلؐ فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے اور عالمِ انسانیت کو پیغامِ حق وصداقت سنایا' اُس سے پہلے چار سو ظلم وبربریت اور جہالت وگمراہی کا دور دورہ تھا۔ حضورؐ کی آمد سے کفر وشرک کی تاریکیاں دور ہوئیں۔ آپؐ کی تشریف آوری پوری کائنات کے لئے آیۂ رحمت ثابت ہوئی اور ہادیٔ برحقؐ نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی طرف رہنمائی فرمائی۔ کتنا مبارک ہے وہ دن' جب سرکارِ دو عالم سرورِ کائنات ﷺ اس دنیا میں ظہور پذیر ہوئے اور ایک ایسا ابدی اور سرمدی پیغام لائے' جو پوری انسانیت کے لئے تا قیامت نویدِ نجات وبخشش ہے۔ یہ دن اس محسنِ انسانیتؐ کی ولادتِ باسعادت کا دن ہے' جس کے بارے میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے۔ **''ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما** ۔ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبیء پاک ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجا

کرو۔) ۔ (سورۃ الاحزاب:۵۲) ۔ پس جس ذاتِ مبارک پر اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں' اس کا یومِ میلاد کس قدر رحمت وسعادت کا باعث ہے! اُس دن حضورِ اقدس ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی منانا' ان پر درود وسلام بھیجنا اور ان کے ذکرِ پاک کی مجلسیں اور محفلیں منعقد کرنا' نہ صرف باعثِ رحمت وبخشش ہے بلکہ ربِّ ذوالجلال والاکرام کے مندرجہ بالا ارشاد کی تعمیل بھی ہے۔ متعدد مستند احادیث اور روایات سے ثابت ہے کہ میلاد النبی ﷺ کو خلوص وعقیدت اور شایانِ شان طریقہ سے مناتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس کے حبیبِ پاک ﷺ کے طفیل الطاف واکرام کی استدعا کرنا موجبِ سعادت وبرکت ہے۔

حضرت جلال الدین سیوطیؒ اپنی تصنیف **" الحاوی للفتاویٰ"** میں فرماتے ہیں: '' آنحضرت ﷺ نے اپنا میلاد خود منایا' اس لحاظ سے میلاد منانا سنتِ رسولؐ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کرامؓ کو یومِ میلاد پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپؐ ہر پیر کو تشکراً روزہ رکھا کرتے' حضرت ابوقتادہؓ نے اس روزے کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا. **" فیہ ولدت وفیہ انزل علی**۔ اس روز میری ولادت ہوئی' اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔'' (**صحیح مسلم بحوالہ الحاوی للفتاویٰ للسیوطی**) ۔ درحقیقت میلاد النبیؐ منانا حضور ﷺ سے محبت وعقیدت کی نشانی ہے۔ امام ظہیر الدین جعفر المصریؒ فرماتے ہیں: اگرچہ ہمارے اسلافِ صالحین عشقِ رسول ﷺ سے اس قدر سرشار تھے کہ ہم سب کا عشق ومحبت مجموعی طور پر ان بزرگانِ دین میں سے کسی ایک کے عشقِ نبیؐ کو نہیں پہنچ سکتا' میلاد کا منانا کارِ ثواب ہے۔ اگر اس کا اہتمام کرنے والا صالحین کو جمع کرے' محفلِ درود وسلام منعقد کرے اور فقراء ومساکین کے طعام کا بندوبست کرے اور اس شرط کے ساتھ جب بھی یہ عمل کیا جائے گا' موجبِ ثواب ہو

گا۔'' (**سبیل الھدیٰ**)۔ علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں: میلاد شریف کے گوناگوں فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس سے سال بھر امن وعافیت رہتی ہے اور یہ مبارک عمل ہر نیک مقصد میں فوری کامیابی کی بشارت کا سبب بنتا ہے۔

میلاد النبی ﷺ پر خوشی منانے کا اُخروی ثمر: ابولہب کی ایک لونڈی جس کا نام ثویبہ تھا' وقتِ ولادتِ سرورِ عالمؐ سیّدہ آمنہؓ کے گھر آئی' اسے ابولہب نے ہی حضرت عبداللہؓ کے گھر بھیجا تھا کہ جاؤ سیّدہ آمنہؓ کی خدمت کرو' ان کے ہاں ولادت ہونے والی ہے۔ جب آپؐ کی ولادتِ مبارک ہوگئی تو وہ بھاگتی ہوئی ابولہب کے پاس پہنچی اور کہا' آپ کو مبارک ہو' اللہ تعالیٰ نے تمہارے بھائی کے بیٹا عطا کیا ہے۔ اپنے بھتیجے کی پیدائش کی خوشی میں ابولہب نے ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔

حضرت امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں: **فلما مات ابولھب فراہ بعض اھلہ بشرھیئۃ قال لہ ماذالقیت قال ابو لھب لم الق بعد کم خیرا غیرانی سقیت فی ھذہ بعتاقتی ثویبۃ.** ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے اہل خانہ میں سے کسی نے اس کو بہت برے حال میں دیکھا' تو اس سے پوچھا' کیسے ہو۔؟ ابولہب نے کہا' تم سے بچھڑنے کے بعد مجھے کوئی بھلائی نصیب نہیں ہوئی ہاں البتہ مجھے اس انگلی میں سے سیراب کیا جاتا ہے کہ میں نے محمد ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔

(صحیح بخاری' کتاب النکاح)

امام ابن حجر عسقلانیؒ نے امام سھیلیؒ کے حوالے سے اسی واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے۔ **"ان العباس قال لما مات ابو لھب رایتہ فی منامی بعد حول فی شرحال فقال مالقیت بعد کم راحۃ الا ان العذاب یخفف عنی کل یوم**

الاثنین. حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابولہب کے مرنے کے ایک سال بعد میں نے اس کو خواب میں بہت برے حال میں دیکھا۔ ابولہب نے کہا' تم سے جدائی کے بعد آرام نصیب نہیں ہوا بلکہ سخت عذاب میں جکڑا ہوا ہوں' لیکن ہر پیر کو میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ **ذالک ان النبی ولد یوم الاثنین وکانت ثویبۃ بشرت ابا لھب بمولدہ فاعتقھا** ۔ عذاب میں تخفیف اس وجہ سے تھی کہ سوموار کے دن حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تھی اور ثویبہ (ابولہب کی لونڈی) نے ابولہب کو حضور ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو اس نے اس خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا' (**فتح الباری شرح البخاری**)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''ابولہب جس کی مذمت میں قرآنِ پاک کی ایک سورۃ نازل ہوئی' جب اسے حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی کو آزاد کرنے سے عذاب میں تخفیف مل جاتی ہے' تو اس مسلمان کا کیا مقام ہوگا جس کے دل میں محبتِ رسول ﷺ موجزن ہو اور وہ ایسے موقع پر خوشی کا اظہار کرے۔ ہاں عوام کی ایجاد کردہ بدعات مثلاً ناچ گانا' محرمات ومنکرات سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ اس سے انسان میلاد کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔ (**مدارج النبوت**)

حافظ شمس الدین ابن الجزریؒ اپنی تصنیف **عراف التعریف بالمولد الشریف.** میں رقمطراز ہیں کہ جب دشمنِ خدا ابولہب' جس کی مذمّت میں قرآن کی ایک سورۃ نازل ہوئی' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت پر خوشی کرنے سے عذاب میں تخفیف پاتا ہے' تو وہ مسلمان جو موحد اور عاشقِ رسول ﷺ ہے' میلاد کی خوشی کرنے اور اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرنے پر کیا مقام پائے گا۔؟ خدا کی قسم! میرے نزدیک اللہ

تعالیٰ ایسے مسلمان کو اپنے فضل سے جنّت النعیم میں داخل فرمائے گا۔

میلادِ مصطفیٰ ﷺ منانے والوں کے لئے فرشتوں کی دعائیں

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ایک دن قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضور ﷺ کی ولادت کے واقعات بیان کر رہے تھے اور اظہارِ مسرت کر کے اللہ کا شکر بجالا رہے تھے اور آنحضرت ﷺ پر درود و سلام بھیج رہے تھے۔ دریں اثناء حضورؐ تشریف لے آئے اور آپؐ نے فرمایا: ''تمہارے لئے میری شفاعت حلال ہو گئی''۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرا آنحضرت ﷺ کے ہمراہ حضرت عامر انصاریؓ کے مکان کی طرف گزر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے کنبے والوں اور بیٹوں کو نبی ءکریم ﷺ کے واقعاتِ ولادت سنا رہے ہیں۔ آپؐ نے دیکھ کر فرمایا: ''بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور سب فرشتے تمہاری بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا' نجات پائے گا''۔

(التنویر فی مولد السراج المنیر ' امام عمر بن حسن محدث اندلسی ص ۵۴۴' ۶۲۳)

میلاد منانے پر آنحضرت ﷺ کا اظہارِ مسرّت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کی زبانی لکھتے ہیں۔۔۔۔ ''میں ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا' لیکن ایک سال تنگ دستی کے باعث کھانے کا اہتمام نہ کر سکا۔ تاہم میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ

حضور ﷺ کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپؐ خوشی کا اظہار فرما رہے ہیں''۔

ملائکہ کی آمد

''**فیوض الحرمین**'' میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مکہ مکرمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادتِ باسعادت کے دن میں میلاد کی ایک ایسی محفل میں شریک ہوا' جس میں لوگ آپؐ کی بارگاہِ اقدس میں ہدیہ دُرود و سلام پیش کر رہے تھے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار و تجلیات کی برسات شروع ہو گئی ۔ میں نہیں کہتا کہ میں نے یہ منظر جسمانی آنکھ سے دیکھا تھا' نہ یہ کہتا ہوں کہ فقط روحانی نظر سے دیکھا تھا۔ جب میں نے غور و خوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کئے جاتے ہیں' میں نے دیکھا کہ انوارِ ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمتِ الٰہی کا نزول بھی ہو رہا تھا''۔

بلاشبہ میلاد کی محافل منعقد کرنا اور اس میں شریک ہونا ہمارے لئے بہت بڑی سعادت ہے۔ مذکورہ حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ اس مبارک اور مقدس موقع کو منانے والے کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور سب فرشتے اس کی بخشش و مغفرت کی دعا مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں محافلِ میلاد شریف میں شامل ہونے' انہیں منعقد کرنے اور ان کی برکات سے بہرہ مند ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ

دامنِ احمدؐ سے پیوستہ ہوا جو بھی معین

دونوں عالم میں رہا وہ سرفراز و سرخرو

فضائلِ درود شریف

حضرت ابیؓ بن کعب روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ''یارسول اللہؐ! میں آپ ﷺ پر کثرت سے درُودِ پاک پڑھتا ہوں' آپ ﷺ ارشاد فرمائیں کہ میں کس قدر پڑھا کروں؟۔فرمایا ''جتنا دل چاہے پڑھ لیا کرو''۔ میں نے عرض کیا: کیا چوتھائی وقت؟ فرمایا' جتنا تیرا جی چاہے' اور اگر اس سے زیادہ کرو تو تیرے لیے بہتر ہے''۔ میں نے عرض کیا' (کیا کل اوراد کا) نصف پڑھ لیا کروں؟ فرمایا جو تو چاہے لیکن اگر زیادہ پڑھے تو تیرے حق میں بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ! ﷺ میں اپنا سارا وقت آپؐ پر درُود ہی پڑھتا رہوں؟۔فرمایا: **اذیکفی همک و یکفرلک ذنبک.** تب یہ درود تیرے رنج والم کو دور کرنے کے لئے کافی ہے اور تیرے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (ترمذی شریف)

ایک دن حضور سرورِ کائنات ﷺ تشریف لائے' رُخِ انور پر خوشی اور مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ آج آپؐ بہت خوش ہیں'' فرمایا' ''میرے پاس ایک فرشتہ آیا ہے اور اس نے کہا ہے اے سراپا حسن وخوبی کے مالک! آپؐ کے ربّ نے فرمایا ہے کہ کیا آپؐ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپؐ کا جو امتی آپؐ پر ایک بار درُود پڑھے گا' اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درُود بھیجے گا۔ آپؐ کا جو امتی آپؐ پر ایک مرتبہ سلام پڑھے گا' اللہ تعالیٰ دس بار اس پر سلام بھیجے گا''۔ میں نے جواب دیا ''میں اپنے ربِ کریم کی اس نوازش پر بے حد خوش ہوں''۔

صاحبِ ''**تواریخ الاولیاء**'' رقمطراز ہیں: سیّدنا محمد ابوالمواہب شاذلیؒ نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا' آپؐ نے بہت مہربانی فرمائی اور ارشاد فرمایا ''اے ابوالمواہب!

تیری وجہ سے میرے ایک لاکھ اُمتی بخشے جائیں گے۔ میں نے کہا ''یارسول اللہ ﷺ! کس وجہ سے مجھے آپؐ نے یہ اعزاز عنایت فرمایا'' آپؐ نے فرمایا! ''تو روزانہ ایک ہزار بار درُود پڑھتا ہے''۔ سیّدنا شیخ ابوالمواہب شاذلیؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ پر درُود بھیجنے کا وظیفہ مکمل کرنے کی غرض سے جلدی کی' اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تجھے معلوم نہیں کہ عجلت شیطان کا کام ہے''۔ پھر ارشاد ہوا ''**اللّٰھم صل علی سیّدنا محمد و علی ال سیدنا محمد** ٹھہر ٹھہر کر اور ترتیل کے ساتھ پڑھا کرو' البتہ وقت تنگ ہو تو جلدی میں کوئی حرج نہیں''۔ حضرت شیخ شاذلیؒ فرماتے ہیں: کچھ بندے ایسے بھی ہیں جنہیں حضور نبی کریم ﷺ براہِ راست تعلیم دیتے ہیں کیونکہ کثرتِ درُود ان کا وظیفہ ہوتا ہے۔ صاحبِ ''**سعادۃ الدارین**'' محمد بن فاتکؒ سے روایت بیان کرتے ہیں: شیخ القراء حضرت ابوبکر مجاہدؒ ہمیں پڑھا رہے تھے۔ ایک دن ایک شخص آیا جس کے سر پر پھٹی پرانی پگڑی تھی' اس کا لباس بھی دریدہ تھا۔ ہمارے استاد اٹھے اور اسے اپنی جگہ بٹھا کر خیریت پوچھی۔ اس نے کہا' آج میرے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اور گھر والوں کو گھی کی ضرورت ہے جب کہ میری جیب خالی ہے۔ شیخ ابوبکر مجاہدؒ فرماتے ہیں: میں سخت اضطراب اور پریشانی کے عالم میں رات کو سویا' میں نے خواب میں دیکھا کہ بے سہاروں کے سہارا' حضور سرورِ کائنات ﷺ تشریف لائے ہیں۔ آپؐ نے مجھے فرمایا ''کیوں پریشان ہو' جاؤ وزیر علی بن عیسیٰ کو میرا اسلام کہنا' وہ تمہیں سو دینار دے گا اور اسے علامت یہ بتانا کہ تم ہر جمعرات کو مجھ پر ایک ہزار بار درُود پڑھتے ہو' پچھلی دفعہ تم نے سات سو بار درُود پڑھا ہی تھا کہ سلطان کے بلاوے پر تم چلے گئے' اور بقیہ درُود تم نے واپس آ کر مکمل کیا تھا''۔ حضرت شیخ ابوبکرؒ اٹھے اور اس شخص کو ساتھ لے کر وزیرِ موصوف کے گھر گئے' اسے سارا واقعہ بتایا۔ یہ سنتے ہی وزیر علی

بن عیسیٰ اپنی مسند سے اٹھ کھڑا ہوا' اس نے ہزار دینار لا کر سامنے رکھ دیئے اور کہنے لگا۔
''اے شیخ! تم نے سچ کہا ہے یہ بات میرے اور میرے رب کے درمیان تھی' اس نے ہزار دینار پیش کئے' حضرت شیخ ابوبکرؒ نے فرمایا: ہم وہی کچھ لیں گے جس قدر ہمیں آپ ﷺ نے حکم دیا ہے۔

حضرت ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں ''میرا ایک پڑوسی مر گیا' مرنے کے چند روز بعد میں نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا تم پر کیا گزری؟'' اس نے جواب دیا: جس وقت قبر میں منکر نکیر سوال و جواب کے لئے آئے تو خوف و دہشت کے مارے میری زبان بند ہو گئی۔ میں دل میں سوچنے لگا: شاید میرا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا۔ اتنے میں ایک نہایت خوبصورت شخص میرے پاس آیا اور مجھے کہا کہ نکیرین کے سوالات کے جوابات یوں دو۔ میں نے پوچھا ''تم کون ہو؟۔ اس نے جواب دیا میں ایک فرشتہ ہوں' مجھے تیری کثرتِ درُود خوانی کے باعث اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور تیری مدد کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ فرماتے ہیں ''جو شخص خوشبو لگا کر خلوصِ دل کے ساتھ صاف جگہ پر بیٹھ کر درود پاک پڑھے تو آنحضرت ﷺ خود متوجہ ہو کر سنتے ہیں' جو آدمی ان شرائط کے بغیر درُود شریف پڑھتا ہے اس کے درُود کو مقررہ فرشتہ ایک نورانی کپڑے میں لپیٹ کر ایک نورانی طشت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں لے جاتا ہے۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں ''یا رسول اللہ! ﷺ فلاں بن فلاں نے آپ ﷺ کو اس قدر درُود شریف بھیجا ہے'' قدرت اللہ شہاب اپنی خودنوشت سوانح عمری میں لکھتے ہیں: درُود شریف پڑھنے والے کو اپنی استعداد اور خلوص کے مطابق صاحبِ درُود ﷺ کی توجہ کا شرف ضرور حاصل ہوتا ہے' خاص طور پر وہ ان اوصاف

کے انوار سے بہرہ مند ہوتا ہے جن کا قرآن پاک میں رؤف رحیم اور رحمتہ للعالمینؐ کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ اگرچہ ہزاروں افراد مختلف مقامات پر ایک ہی وقت درُود شریف پڑھ رہے ہوتے ہیں لیکن ان سب پر فرداً فرداً بیک وقت صاحبِ درُود شریف کی توجہ کا منعکس ہونا کوئی عجیب بات ہے' نہ کوئی مشکل امر ہے۔ چراغ اگر چھوٹا ہو تو اس کی روشنی پھیلانے کے لئے اسے ایک کمرے سے اٹھا کر دوسرے کمرے میں پہنچانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاہم سورج کی شعاعیں ہر جگہ بیک وقت یکساں طور پر بآسانی پہنچتی رہتی ہیں۔ شرط صرف اتنی ہے کہ اپنا رُخ سورج کی جانب ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حضورِ اقدس ﷺ پر کثرت سے درُود شریف پڑھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

امین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ

درود شریف کی برکات

ان اللہ وملئکتہ یُصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما ۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی مکرمؐ پر درُود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر درُود بھیجا کرو اور بڑے ادب و محبت سے سلام عرض کیا کرو۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ علی النبی کی نسبت اپنی ذاتِ کریم اور اپنے فرشتوں کی طرف فرمائی ہے اور مسلمانوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم فرمایا ہے''۔

''صلوٰۃ'' کے معنی میں علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ دورِ تابعین میں سے ایک بلند پایہ بزرگ حضرت ابوالعالیہؒ نے باری تعالیٰ کے صلوٰۃ بھیجنے کے معنی یہ لئے ہیں کہ حق تعالیٰ کا فرشتوں کے سامنے اپنے نبی ﷺ کی ثنا کرنا اور اس کی بزرگی بیان کرنا ہے اور فرشتوں کا صلوٰۃ بھیجنے سے مراد آنحضرت ﷺ کے لئے ان کا دعا کرنا اور بارگاہِ الٰہی میں آپ ﷺ کے لئے عزت و عظمت کی درخواست کرنا ہے!

حضرت محدث دہلویؒ آدابِ درودِ پاک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ کو یاد کرو اور درودِ پاک بھیجو حالتِ ذکر میں ایسے رہو کہ جیسے آپ ﷺ تمہارے سامنے حالتِ حیات میں ہیں اور آپ ﷺ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ خبردار! اس معاملے میں میں نہایت ادب، تعظیم اور حیا سے رہو کیونکہ آپ ﷺ تمہارے کلام کو خود سنتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ حضور ﷺ صفاتِ الٰہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ بھی ہے **اناجلیس من ذکر نی**۔ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوتا ہوں''۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ **عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی صلوۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشر صلوات و حطت عنہ عشر خطیئات ورفعت لہ عشر درجٍ** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک بار درُود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے، اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے دس درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔ ایک اور روایت میں آتا ہے۔ ''**ان اقربکم منی یوم القیامۃ فی کل موطن اکثر کم علی صلوٰۃ فی الدنیا**۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: قیامت کے دن ہر مقام اور ہر جگہ تم میں سے میرے زیادہ نزدیک وہ ہوگا جس نے دنیا میں مجھ پر زیادہ سے زیادہ درُود پاک پڑھا ہوگا''۔ **صاحبِ دلائل الخیرات رقمطراز ہیں:'' قال النبی ﷺ من عسرت علیہ حاجۃ فلیکثر من الصلوٰۃ علیّ فانھا تکشف الھموم والغموم والکروب وتکثر الارزاق و تقضی الحوائج**۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: جو شخص کسی پریشانی میں مبتلا ہو وہ مجھ پر درُود پاک کی کثرت کرے کیونکہ درُود پاک پریشانیوں، دکھوں اور مصیبتوں کو لے جاتا ہے، رزق بڑھاتا ہے اور حاجتیں برلاتا ہے۔''

حضرت سیّدنا عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''درُود پاک کا پڑھنا وہ فعل ہے جو ہر شخص کا قطعی طور پر قبول ہو جاتا ہے، چاہے وہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو''۔ اس امر میں کوئی شُبہ نہیں کہ حضور ﷺ پر درُود پاک پڑھنا تمام نفلی عبادات سے افضل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ ''ازاں جملہ آنست کہ خوانندۂ درود از رسوائی دنیا محفوظ ماند و خللے در آبرو نیاید''۔ درود پاک کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا پڑھنے والا دنیا کی رسوائی سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی عزت و آبرو میں خلل نہیں

آتا''۔اب ہم ضمناً امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ذکر کرتے ہیں۔''**وقد قال علماء نا لافرق بین موتہ و حیاتہ علیہ السلام فی مشاھدتہ لامتہ و معرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم و ذلک جلی عندہ لاخفاء بہ**۔ہمارے علماء نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں۔آپ ﷺ امت کو دیکھتے ہیں'ان کے حالات واقعات اور ارادے اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں۔یہ امر بالکل واضح ہے'اس میں کوئی شبہ نہیں''صحابۂ کرامؓ نے حضور نبی ءکریم ﷺ سے پوچھا:یارسول اللہ ﷺ! آپؐ کے بعد میں آنے والوں کا درود پاک پڑھنے کا کیا حال ہوگا۔آپؐ نے ارشاد فرمایا:**اسمع صلوٰ ۃ اھل محبتی واعرفھم وتعرض علی صلوۃ غیرھم عرضا**۔میں اہلِ محبت کا درود خود سنتا ہوں'ان کو پہچانتا ہوں اور غیر محبین کا درود پیش کر دیا جاتا ہے۔**امام غزالیؒ احیاء العلوم** میں تحریر کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''جو بھی کسی کتاب میں درود پاک لکھے'فرشتے ہمیشہ اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے جب تک میرا نام اس کتاب میں ہوگا''۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ''**تذکرۃ الاولیاء**'' میں بیان کرتے ہیں کہ''جس شب حضرت رابعہ بصریؒ پیدا ہوئیں'اس رات ان کے والدین کے ہاں غربت کی وجہ سے گھر میں چراغ کے لئے روغن تک نہ تھا۔آپؒ کی والدہ نے اپنے خاوند سے کہا کہ فلاں ہمسایہ کے پاس جا کر تھوڑا سا روغن لے آؤ تا کہ چراغ جلایا جا سکے۔آپؒ کے والد ماجد نے یہ عہد کیا ہوا تھا کہ کسی شخص سے کچھ طلب نہ کروں گا۔گھر سے باہر آئے اور پڑوسی کے دروازے پر ہاتھ رکھ کر واپس آ گئے۔اپنی بیوی سے کہا دروازہ کھلا نہیں تھا۔اسی غم واندوہ کی کیفیت میں سو گئے۔خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور

فرماتے ہیں''غمگین نہ ہو تیری بیٹی سیّدہ (سردار) ہے'وہ میری امت کے ۷۰ ہزار افراد کی شفاعت کرے گی''نیز آپ ﷺ نے حکم دیا''صبح عیسیٰ زروان کے پاس جاؤ'جو بصرہ کا امیر ہے۔میرا یہ پیغام ایک کاغذ پر لکھ لو اور اس تک پہنچانا کہ تو ہر رات مجھ پر سو بار درود بھیجتا ہے اور جمعہ کی شب چار سو بار۔کیا وجہ ہے کہ گزشتہ جمعرات کو تم نے درود نہیں پڑھا؟ اب اس کے عوض چار سو دینار بطور کفارہ اس آدمی کو دے دے''۔جب آپؒ بیدار ہوئے تو خوشی سے بے اختیار رونے لگے۔انہوں نے آپ ﷺ کا سارا حکم ایک کاغذ پر لکھ کر دربان کے ہاتھ امیر کے پاس بھیج دیا۔امیر نے حضور ﷺ کا پیغام سن کر دس ہزار درہم درویشوں میں بانٹنے کا حکم دیا اور چار سو دینار حضرت رابعہ بصریؒ کے والد کو دینے کا فرمان سنایا۔پھر امیر کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ ان سے ملوں لیکن میں اس بات کو گوارا نہیں کروں گا کہ حضور ﷺ کا پیغامبر ہو اور میں اس کو اپنے پاس بلاؤں'میں خود جاؤں گا۔چنانچہ حاضرِ خدمت ہو کر چار سو دینار پیش کئے اور عرض کیا'خدا کی قسم!جب کبھی آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو'مجھے پیغام بھجوا دیا کریں۔آپؒ نے چار سو دینار لئے اور ان سے ضروری اشیاء خرید کر واپس گھر تشریف لائے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بحالتِ بیداری پینتیس بار زیارت نصیب ہوئی (ایک روایت کے مطابق یہ تعداد ۷۲ ہے)۔کسی نے آپؒ سے کثرتِ زیارت کا سبب پوچھا تو آپؒ نے فرمایا مجھے یہ سعادت درودِ پاک کی کثرت کے باعث ہوئی۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں آقا و مولیٰ حضور نبی ءکریم ﷺ پر کثرت سے درود پاک پڑھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔امین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ

اللّٰھم صلِ علی محمد و علی ال محمد و بارک وسلم

معرکہء حق و باطل

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیّین و علی الہ و اصحابہ الطاہرین و علی عباد اللہ الصالحین اجمعین...امابعداعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیّین و کان اللہ بکل شیء علیما وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لانبی بعدی.

قابلِ احترام دیوان مودود مسعود چشتی صاحب، مشائخِ عظام، علمائے کرام، صاحبانِ فکر و دانش اور معزز حضرات!

آج کی اس پُر وقار تقریب میں شمولیت میرے لئے باعثِ سعادت ہے۔ جا بجا جلسوں میں تقریریں کرنا نہ میرے آباء و اجداد کا طریقہ ہے اور نہ ہی میرا معمول ہے۔ تاہم دین و ملت کو اگر کوئی اہم مسئلہ درپیش ہو تو مُہرِ سکوت توڑنا ہی پڑتی ہے جیسا کہ انجمن نعمانیہ لاہور کی پچیسویں سالانہ تقریب کے موقع پر حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ شاہ کا حاضرین سے خطاب یا ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے موقع پر پیر سیّد غلام محی الدین بابو جیؒ نے ریڈیو پاکستان کے ذریعے قوم کے لئے چند کلمات ارشاد فرمائے۔ جن میں انہیں آمادۂ جہاد ہونے کی تلقین کی۔

سامعینِ محترم! آج سے ایک صدی قبل برِصغیر پاک و ہند میں مرزا قادیانی نے جھوٹی نبوّت کا دعویٰ کرتے ہوئے عالمِ اسلام کو للکارا کہ ہے کوئی محمدی جو میرے سامنے آئے۔ اس فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کے لئے سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ نے اس کی پیش کردہ تمام شرائط کے ساتھ اس کا چیلنج قبول کیا۔ آپؒ ۲۴/ اگست ۱۹۰۰ء کو مرزا صاحب سے بغرضِ مناظرہ و

مباہلہ گولڑہ شریف سے لاہور تشریف لائے مگر مرزا صاحب اپنی ہی مقرر کردہ شرائط اور اپنے ہی طے شدہ پروگرام سے منحرف ہو کر لاہور نہ آئے اور راہِ فرار اختیار کی۔ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

۲۵/ اگست کی مقررہ تاریخ بلکہ اس کے ایک دن بعد بھی مرزا صاحب کا انتظار کیا گیا مگر انہیں نہ آنا تھا نہ آئے۔ بالآخر ۲۷/ اگست کو اہلِ اسلام علماء و مشائخ اور محبّانِ رسالت مآب ﷺ نے بادشاہی مسجد میں جمع ہو کر حقانیتِ اسلام اور عقیدۂ ختمِ نبوت پر اپنے غیر متزلزل ایقان و ایمان کا اظہار کیا۔

معزز سامعین! اسی تاریخ ساز واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لئے اور تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوت کے عہد کی تجدید کے لئے شمعِ ختمِ نبوت کے پروانوں نے نہایت محبت کے ساتھ آج کی اس تقریب کا اہتمام کیا ہے اور یہ حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ کی نسبت کا خصوصی فیضان ہے جس نے آج ہم سب کو یہاں اکٹھا کیا ہے۔

حاضرینِ محترم! عقیدۂ ختمِ نبوت دینِ اسلام کی اساس ہے۔ جس طرح کوئی بھی عمارت مضبوط بنیاد کے بغیر کھڑی نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح دینِ اسلام بھی ختمِ نبوت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی الوہیت و وحدانیت عالمِ اسلام میں کبھی اور کسی طرح بھی مختلف فیہ نہیں رہی بالکل اسی طرح عقیدۂ ختمِ نبوت بھی کسی دور میں ملّتِ اسلامیہ میں مختلف فیہ نہیں رہا۔ اگر کبھی کسی نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے تو اسے ملّتِ اسلامیہ سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر میں مسلّمہ عدالتی اور پارلیمانی فیصلوں کے مطابق منکرینِ ختمِ نبوت کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا جا چکا ہے۔

مگر یاد رہے کہ اگرچہ یہ فتنہ پے در پے شکستوں کے بعد بظاہر دب چکا ہے مگر اس

کا پوری طرح قلع قمع نہیں ہوا۔ ابنائے ملت کو آج بھی خبردار رہنے اور اس کے سدِّ باب کے لئے مؤثر مساعی کرنے کی ضرورت ہے اور یہ مساعی اسی وقت کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہیں جب اہلِ اسلام باہمی فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ''**واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا**'' کے مصداق بن جائیں اور تحفظِ ختمِ نبوت کے لئے یکجان ہو کر اپنی تمام تر صلاحیتوں اور قوتوں کو بروئے کار لائیں۔ خاتم النبیینؐ کانفرنس کا ماحصل اور پیغام یہی ہے۔

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اُو نرسیدی تمام بولہبی ست

سامعینِ کرام! آج کی عظیم الشان کانفرنس میں جن اصحابِ علم و دانش نے اپنے گراں مایہ خیالات کا اظہار کیا ہے وہ قابلِ صد تحسین ہیں۔ فیاض باقر صاحب اور جن دیگر حضرات نے اس پروقار تقریب کا انتظام و انصرام کیا ہے' دلی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان تمام حضرات کی مساعیٔ جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے اور ہم سب کو حضور رسالت مآب ﷺ کی اطاعت و غلامی کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنے خصوصی انعامات سے سرفراز فرمائے' آمین!

بجاہِ سیّد المرسلین و خاتم النبیین ﷺ و آلہ و اصحابہ اجمعین

(لاہور کی قومی خاتم النبیینؐ کانفرنس ۲۷ اگست ۲۰۰۰ء سے صدارتی خطاب)

اولیاء اللہ

ارشادِ باری تعالیٰ ''**قُل اِن الفضل بیداللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم یختص برحمتہ من یشاء و اللہ ذوالفضل العظیم**''۔ (آپؐ فرما دیجئے کہ بے شک فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے' جسے چاہے اسے وہ عطا کر دے اور اللہ وسعت والا' علم والا ہے۔ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مختص کر لیتا ہے اور اللہ تو بہت بڑے فضل والا ہے) (آل عمران: ۷۳۔۷۴)۔ نیز فرمانِ نبویؐ ہے **اللّٰھم انی اسئلک من فضلک**۔ اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی کوئی انتہا نہیں' وہ بڑا رحیم و کریم ہے اور اپنے بندوں پر فضل و کرم کرنے کے لئے انہیں مواقع اور وسائل فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ جب وہ کسی کو اپنی رحمتوں اور بخششوں سے نوازنا چاہتا ہے تو اُسے درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ اس طرح انہیں قربِ حق اور قربِ رسول پاک ﷺ کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔ **اسمع صلوٰۃ اھل محبتی واعرفھم** (میں اپنے محبّین کا درود سنتا بھی ہوں اور انھیں پہچانتا بھی ہوں) ایک حدیثِ قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ **لا یزال عبدی یتقرب الی با لنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی..الٰی اخرہ**۔ فرائض کی بجا آوری کے بعد میرا بندہ نفلی عبادات کے ذریعے ہمیشہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے' یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں (باعتبارِ ظہور) اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا

ہے۔اگر وہ (بندۂ محبوب) مجھ سے التجا کرے تو میں اس کو ضرور عطا کروں گا اور اگر مجھ سے پناہ چاہے تو میں اس کو ضرور پناہ عطا فرماؤں گا''۔

چوں ترا باشد کمالِ دینِ حق
خویش را ہرگز نہ بینی غیرِ جزکہ حق

جب تجھے دینِ حق میں کمال حاصل ہو گیا تو پھر اپنے آپ کو حق سے جدا نہ دیکھو گے۔

اللہ ربّ العزت اپنے جن دوستوں کو اپنے فضل سے نوازتا ہے ان کے حاسدوں اور دشمنوں کے متعلق حدیث قدسی کے مطابق ارشاد فرماتا ہے کہ وہ اُن کو ناپسند کرتا ہے۔حضرت سیّدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں''

حضرت شاہ ولی اللہؒ حجتہ اللہ البالغہ میں اولیاء اللہ کے مقام و مرتبہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔**فاذامات انقطعت العلاقات ورجع الی مزاجه فیلحق بالملائکة وصارمنهم کالها مهم وسعی فیما یسعون وربما اشتغل هوء لاء باعلاء کلمة الله ونصر حزب اللّٰه وربما کان لهم لمة خیر بابن ادم وربما اشتهی بعضهم الی صور ة جسد یة اشتیاقا شدیدا ناشئا من اصل جبلته فقرع ذلک بابامن المثال واختلطت به قوة منه بالنسمة الهوائیه وصار کالجسد النورانی وربما اشتاق به بعضهم الی مطعوم ونحوه فامّد فیما اشتهی قضاء لشوقها.(اعلاء کلمة اللّٰه)**

جب نیک آدمی مرجاتا ہے تو اس کے جسمانی رابطے منقطع ہو جاتے ہیں' روح اپنے مزاج پر لوٹ آتی ہے اور ملائکہ کے ساتھ ملحق ہو جاتی ہے' انہی میں سے ہو جاتی ہے اور انہی ملائکہ کی طرح اس پر بھی الہام کیا جاتا ہے اور جن امور میں ملائکہ سعی اور کوشش کرتے

ہیں وہ بھی انہیں امور میں سعی کرتی ہے۔ بسا اوقات یہ صالحین اعلاء کلمتہ اللہ میں مشغول ہوتے ہیں اور حزب اللہ کی نصرت کرتے ہیں اور کبھی ابن آدم کے دل میں خیر کا القاء کرتے ہیں' بعض ان میں سے جسمانی صورت میں ظاہر ہونے کا شوق رکھتے ہیں' ان کو ایک نورِ جسمانی عطا کیا جاتا ہے۔اکثر اوقات ان میں سے بعض غذا کا شوق ظاہر کرتے ہیں تو ان کی خواہش پوری کر دی جاتی ہے۔'' اور یہ غذا کا دیا جانا تو شہداء کے لئے قرآنِ کریم کی اس آیت سے بھی ثابت ہے۔**بل احیاء عند ربهم یرزقون فرحین بما اٰتهم الله من فضله** ۔بلکہ وہ (شہداء) زندہ ہیں۔اپنے رب کے پاس سے ان کو رزق دیا جاتا ہے' جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے اس پر وہ فرحاں وشاداں ہیں۔''

والیٔ بغداد حضرت غوثِ اعظم سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مسلّمہ طور پر اللہ کے مقبول ترین بندوں میں ارفع واعلیٰ مقام رکھتے ہیں اور ربِّ رحمان ورحیم کے فضل سے مالا مال ہیں' اس کی قدرت وہیبت کے مظہر ہیں' آپ کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ آپ کو زمرۂ اولیاء میں ایک عظیم الشان سلطان کی حیثیت حاصل ہے۔کیا خوب کہا گیا:

غوثِ اعظم درمیانِ اولیاء چوں محمدؐ درمیانِ انبیاء

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نظریہ ٔتوسّل بعد از وصال کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ اس نظریہ کا ادراک صرف ان لوگوں کو ہوتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔وہ لکھتے ہیں'' دعا مانگنے والا اللہ کا محتاج ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس (پاک ذات) سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے۔اور اس بارگاہِ خداوندی میں اس کے دوست (ولی) کا وسیلہ پیش کرتا ہے اور یوں عرض کرتا ہے'' اے میرے مالک! تو نے اپنے اس بندۂ مکرم پر جو اپنا لطف وکرم فرمایا ہے اور جس پر بھی تو نے اپنا فضل واکرام کیا' اس کے

وسیلہ سے میری اس حاجت کو پورا کردے۔ پس مطلوب کا دینے والا اور حاجات کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔ قادرِ مطلق اور متصرفِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اولیاء اللہ اللہ تعالیٰ کے فعل، سطوت، قدرت اور غلبہ میں فانی اور ھالک ہیں۔'' مقام فنائیت کے بارے میں حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ مثنوی کے دفتر اول میں بیان فرماتے ہیں:

نورِ او دریمن ویسر وتحت وفوق — برسر و در گردنم چوں تاج وطوق

نوراس کا دائیں بائیں تحت وفوق — ہے سروگردن میں شکلِ تاج وطوق

یعنی اس کا نور میرے تمام اطراف اور جمیع جوارح میں حاوی وساری ہے۔ تمام عالم ایک آئینہ کے مانند ہے جس میں ہر لحظ شاہدِ حقیقی کا نور متجلی ہے۔ پیرِ رومیؒ اللہ کے فضل کو نورِ حق سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

نورِ حق ظاہر بود اندر ولی — نیک بیں باشی اگر اہلِ دلی

اولیاء میں نورِ حق ہے بالیقین — دیکھ سکتا ہے مگر ہر نیک بیں

ولیٔ کامل فنافی اللہ اور بقاباللہ کے مقام پر پہنچ کر آئینۂ ذاتِ حق بن جاتا ہے مگر ذاتِ ولی میں نورِ حق صرف چشمِ حق بیں کو نظر آتا ہے۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نفیٔ ذات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ'' ناچیز اپنا کوئی وجود نہیں رکھتا بلکہ سب لوگوں کی کارکشائی کرنے والا اور ان کی مشکلات کو حل کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ درحقیقت میری ذات کچھ بھی نہیں، وہی میرے نقش میں ظاہر وجلوہ گر ہے''۔ اس ضمن میں حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ نے فرمایا ہے۔

در کوئے خدا بیناں زاں روز کہ شد گزرم

از مذہب خود بینی بے زارم و بے زارم

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کا مشاہدہ کرنے والوں کے کوچہ سے جس دن سے میرا گزر ہوا ہے تب سے میں خودنمائی کے مسلک سے بیزار ہوں۔

دَسے صورت راہ بے صورت دا — توبہ راہ کی عین حقیقت دا

پر کم نہیں بے سُوجھت دا — کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

اولیاء اللہ سے استمداد واستعانت کے بارے میں میرے جدِّ امجد اعلیٰ حضرت گولڑویؒ اپنی تصنیف اِعلاءِ کلمۃ اللہ میں حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ'' ہر کہ استمداد کردہ مے شود بوے درحیات۔ استمداد کردہ مے شود بوے بعد از وفات۔ (جس شخص سے دنیاوی اور ظاہری زندگی کے اندر مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی مدد مانگی جاسکتی ہے)۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ گفتہ'' قبر موسیٰ کاظم تریاقِ مجرب است برائے دعا'' (یعنی حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کی قبرِ مبارک دُعا کی قبولیت کے لئے آزمائی ہوئی ہے)۔'' بالجملہ ایں معنے را از اھلِ کشف وشہود باید پرسید کہ چہا فیوض وفوائد از ارواح کمل گرفتہ اند وبہ ہمیں جہت اوشان را اویسیاں مے گویند۔'' (الحاصل یہ بات اہلِ کشف وشہود سے پوچھنی چاہیے کہ انہوں نے کاملین کی ارواح سے کس قدر فیوض وبرکات حاصل کئے ہیں اور اسی لئے ان کو اویسی کہتے ہیں۔'') (اعلاء کلمۃ اللہ) استاذی المکرّم علامہ فیض احمد صاحب اپنی تالیف ''مہرِ منیر'' (سوانح حیات حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ) میں بروایت حضرت قبلہ بابو جیؒ بیان کرتے ہیں کہ ضلع اٹک کے مولوی شاہ ولی کی اہلیہ کو آسیب کی شکایت تھی جب کسی اور جگہ علاج وغیرہ سے افاقہ نہیں ہو رہا تھا، مریضہ کو گولڑہ شریف لائے، حضرت مریضہ کی طرف متوجہ ہوئے تو جنّ حاضر ہو کر بولنے

لگا اور کہا کہ وہ دربارِ غوثیہ بغداد شریف کا خادم ہے اور ایک مرتبہ جنابِ غوث الاعظمؓ کی معیّت میں گولڑہ شریف بھی آ چکا ہے۔ حضرت قبلہء عالمؒ نے اس کا ثبوت مانگا تو کہنے لگا کہ آپؒ ایک دفعہ بعارضہء پیچش بیمار تھے اور علاج سے افاقہ نہیں ہو رہا تھا' خدّام پریشان تھے اور آپؒ کی چارپائی حضرت اجّی صاحبؒ کے مزار شریف کے قریب درخت سرس کے نیچے تھی۔ محمد خان خادم آپؒ کے پاؤں دبا رہا تھا کہ جناب غوثِ پاکؓ تشریف لائے اور چارپائی کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا کہ ''علاج کراؤ' ان شاءاللہ صحت ہو گی''۔ میں اس وقت حاضر تھا۔ حضرت غوثِ پاکؓ نے مجھے فرمایا ہوا ہے کہ یہاں میری اولاد رہتی ہے اور جب کبھی ادھر سے گزرو تو یہاں سے ہو جایا کرو۔ حضرت قبلہَ عالمؒ نے اس واقعہ کی تصدیق فرمائی اور اس بی بی کو اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرما دی۔

1911 میں دلی میں جارج پنجم کا دربار منعقد ہوا۔ اس میں شمولیت کے لئے مذہبی پیشواؤں کو دعوت نامے بھیجے گئے۔ سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ نے دعوت نامے کے جواب میں لکھوا بھیجا کہ انہیں حاضری سے معذور سمجھا جائے۔ اس حکومت کی طرف سے چونکہ ہمارے مذہبِ اسلام پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی لہٰذا میں بادشاہ کے لئے دعا گو ہوں۔ مگر وائسرائے ہند کی تاجپوشی کی اس تقریب میں شمولیت سے انکار پر حاسدین اور معاندین نے حکومت کو پیر صاحبؒ کے خلاف اکسایا۔ پنجاب کے لیفٹننٹ گورنر سر لوئی ڈین نے کہا کہ میری گورنمنٹ پیر آف گولڑہ کے انکار کی اصلی وجہ معلوم کرے گی۔ چنانچہ راولپنڈی کے انگریز کمشنر نے آپؒ کو ریسٹ ہاؤس میں بلوا بھیجا۔ تو جواباً آپؒ نے فرمایا کہ میں تین لمحے کے لئے بھی اپنی اس مسجد کو چھوڑ کر کمشنر کے پاس جانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ کمشنر صاحب سے یہ کہہ دو کہ اگر اسے کوئی مجھ تک کام ہے تو وہ یہاں آ جائے۔ اس کے بعد آپؒ

نے بغداد شریف کی طرف منہ کر کے بارگاہِ غوثیت میں استغاثہ پیش کیا:۔

رو رو لکھیئے چٹھیے درداں بھریئے پتہ پچھیں بغداد دے واسیاں دا
دیویں جا سنیہڑا دُکھاں بھریا انہاں اکھیاں درس پیاسیاں دا
آہیں سُولاں بھریاں سینے سڑے وچوں نکلن حال ایہہ سدا اُداسیاں دا
تیرے مُڈھ قدیم دے بردیاں نوں لوگ دسدے خوف چڑاسیاں دا
دستگیرؓ کر مہر توں مہر علی تے' کون باجھ تیرے اللہ راسیاں دا

ان اشعار کا پڑھنا تھا کہ حضور غوثِ اعظمؓ کی مدد آ پہنچی اور وہ کمشنر جو آپؒ کی گرفتاری کے احکامات لے کر آنا چاہتا تھا وہ خود حضرتؒ کا گرویدہ ہو گیا۔ حکومتِ برطانیہ کے فیصلے کے مطابق آپؒ کو ہندوستان سے جلاوطن کر دیا جانا تھا۔ ایک دن ایک مسلمان افسر آپؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ یہ بات طے ہو چکی ہے کہ حکومت آپؒ کو جلاوطن کرنا چاہتی ہے۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا' جو ہمیں جلاوطن کرنے کے درپے ہیں انہیں اپنے بارے میں علم نہیں کہ قدرت ان کے بارے میں کیا ارادہ رکھتی ہے۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد جنگِ عظیم اوّل ۱۸-۱۹۱۴ کے چھڑ جانے سے آپؒ کی جلاوطنی کی تجویز فائل میں ہی دھری رہ گئی۔ حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اگر چمگادڑ سورج کی روشنی نہیں دیکھ سکتی تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے تاہم یہاں اختصار سے بیان کیا گیا ہے تا کہ قارئینِ کرام کو چند بنیادی نکات سے آگاہی ہو جائے۔ اللہ کے حضور التجا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فضل سے نوازے اور اپنے مقبولین کے ساتھ گہری مضبوط روحانی نسبت قائم رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثُمّ آمین! بحقِّ رحمۃ للعالمین ﷺ

رزقِ حلال

پروردگارِ عالم ہمارا خالق و مالک اور رازق ہے۔ وہ بشمول جن و انس، چرند و پرند بری و بحری تمام مخلوقات کو روزی فراہم کرتا ہے اور تمام انسانوں کو رزقِ حلال کمانے اور کھانے کی تاکید فرماتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ **یاایھاالناس کلوا ممافی الارض حلالاًطیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن. انہ' لکم عدو مبین: (البقرہ'۱۶۸)**

اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال اور پاکیزہ ہے اُسے کھاؤ اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو' بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

رزقِ حلال کی فضلیت قرآنِ پاک اور احادیثِ نبوی ﷺ میں بار بار بیان کی گئی ہے۔ اہلِ اسلام کو رزقِ حرام سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ رزقِ حرام کھانے والے کے عبرتناک انجام کا ذکر ہوا ہے۔ اس سلسلے میں صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک ﷺ نے ایک شخص کا حال یوں بیان کیا: ''ایک شخص بڑا طویل سفر کرتا ہے' جب کہ وہ خستہ حال اور گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر خدا سے دعا مانگتا ہے۔ اے پروردگار! اے پروردگار! درآنحالیکہ اس کا کھانا پینا حرام ہے' اس کا لباس حرام کا ہے' حرام غذا کھائی ہے' پھر بھلا اس کی دعا کس طرح قبول ہوگی۔؟''

امام غزالیؒ رقمطراز ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص چالیس روز تک رزقِ حلال کھاتا رہے جس میں حرام کی ذرہ بھر آمیزش نہ ہو' حق تعالیٰ اس کے دل کو نور سے بھر دیتا ہے اور حکمت کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ پڑتے ہیں''۔ ایک اور روایت میں آنجناب ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص تھکا ماندہ رات کو واپس آئے اور اس کی تھکاوٹ کا سبب یہ

ہو کہ وہ دن بھر رزقِ حلال میں کوشاں رہا ہے تو وہ جب سوتا ہے تو بخشا ہوا ہوتا ہے اور صبح کو بیدار ہوتا ہے تو رب تعالیٰ کی خوشنودی اسے حاصل ہوتی ہے۔''

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حرام خور کا مال صدقہ میں قبول نہیں ہوتا اور جمع پڑا رہے تو دوزخ تک پہنچانے میں اس کے لئے زادِ راہ ہے۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے ایک غلام کے ہاتھ سے شربت کا پیالہ پیا' بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حلال کی روزی سے نہیں تھا۔ یعنی دینے والے نے اسے حلال ذریعے سے حاصل نہیں کیا تھا۔ بس اسی وقت انگلی منہ میں ڈالی اور قے کر دی۔ قے اس قدر شدید تھی کہ روح کے جسم سے جُدا ہونے کا خدشہ لاحق ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں: آپؓ بار بار یہ کہتے جا رہے تھے ''اے پروردگار! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس شربت کا کچھ نہ کچھ حصہ تو قے کے باوجود میری رگوں میں رہ گیا ہوگا جسے اگلنا یا باہر لانا میرے بس میں نہیں' مجھے اُس کے لئے معاف فرما!''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ ''نماز پڑھتے پڑھتے کمر جھک جائے اور روزے رکھتے رکھتے جسم سوکھ کر کانٹا بن جائے مگر جب تک کہ حرام خوری سے پرہیز نہ کیا جائے اُس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ بدن میں لقمہ حرام کی موجودگی میں عبادات ہرگز قبول نہیں ہوتیں''۔

ایک دفعہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی مجلس میں ایک عورت ایک مسئلہ پوچھنے آئی۔ وہ کہنے لگی ''اے امامِ وقت! مجھے یہ بتایئے کہ میں سوت کاتتی ہوں' بعض اوقات کام کی زیادتی کے باعث رات گئے تک سُوت کاتنا پڑتا ہے' چونکہ میرا گھر دوسری منزل پر ہے اور گھر کے بالکل متصل بازار و شاہراہ ہے۔ میرے پاس اپنی روشنی کا انتظام بھی ہے مگر بعض اوقات بادشاہ کے فوجیوں کا لشکر گزرتا ہے جن کے پاس بڑی بڑی مشعلیں ہوتی ہیں اور ان

مشعلوں کی روشنی میری چھت پر بھی پڑتی ہے۔کیا میرے لئے اس روشنی میں سوت کا تنا جائز ہے۔؟ (یعنی رزقِ حلال کا سبب ہے یا نہیں)۔حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے یہ بات سنی تو تعجب و حیرانی سے پوچھا: ''اے اللہ کی بندی تو کون ہے؟'' وہ کہنے لگی ''میں بشر حافیؒ کی بہن ہوں''۔اس پر حضرت امام احمدؒ رونے لگے اور کہا ''دوسروں کے لئے تو جائز ہے مگر تیرے لئے یوں سُوت کا تنا ناجائز ہے۔''۔حضرت بشر حافیؒ بڑے برگزیدہ ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔حضرت داتا گنج بخشؒ نے انہیں طریقت کا امام کہا ہے۔آپؒ نے اپنی کتاب **''کشف المحجوب''** میں ان کی توبہ کا واقعہ یوں بیان کیا ہے۔''ایک دن آپ نشہ کی حالت میں گھر سے نکلے راستہ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا نیچے پڑا دیکھا جس پر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' تحریر تھا۔انہوں نے تعظیماً اٹھایا اور خوشبو سے معطر کر کے پاک جگہ پر رکھ دیا۔اسی رات آپؒ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **''یا بشر طیبت اسمی فبعزتی لاطیبن اسمک فی الدنیا والاخرۃ''** 'اے بشرؒ! تو نے میرے نام کو خوشبو میں بسایا۔ قسم ہے مجھے اپنی عزت کی' میں تمہارے نام کی خوشبو کو دنیا و آخرت میں پھیلا دوں گا' خواب سے بیدار ہوتے ہی توبہ کی اور مضبوطی کے ساتھ طریقِ زہد پر گامزن ہو گئے۔

اس ضمن میں یہ بات قابلِ وضاحت ہے کہ بعض اوقات ایک چیز عوام کے لئے جائز ہو جاتی ہے مگر خواص جو تقویٰ و پرہیز گاری میں بلند مراتب پر فائز ہوں' ان کے لئے ناجائز ہوتی ہے۔حضرت امام احمدؒ نے حضرت بشرؒ کے زہد و ورع کے مدِنظر ہی ان کی بہن کو سرکاری مشعلوں کی روشنی میں سوت کاتنے سے منع کر دیا تا کہ ان کے رزقِ حلال میں کسی طرح کی آمیزش کا شبہ بھی نہ ہو۔

اس ذیل میں ایک بڑا مشہور و معروف واقعہ جسے تاریخ اور سوانح نگاروں نے بڑی

شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا' قابلِ توجہ ہے۔غالباً ۴۲۹ھ کا سال تھا' ایک نوجوان شخص دورانِ ریاضات ایک دریا کے کنارے کنارے چل رہا تھا۔وہ کئی دن کے فاقے سے تھا۔ناگاہ اُس نے دریا کی لہروں پر بہتا ہوا ایک سیب دیکھا تو اُسے نکال کر' بسم اللہ پڑھ کر کھالیا۔کھانے کے بعد خیال آیا کہ یہ سیب کسی شاخ سے ٹوٹ کر گرا ہوگا اور یقیناً کسی کی ملکیت ہوگا اور میں نے مالک کی اجازت کے بغیر ہی اسے کھالیا ہے۔یہ تو لقمۂ حرام ہوا' اب کیا ہوگا؟ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ ایک لقمۂ حرام کھانے سے چالیس دن تک دعا قبول نہیں ہوتی۔اسی سوچ میں بے چین بھوکا مسافر' دریا کے کنارے' بہاؤ کی مخالف سمت چلنے لگا۔کچھ مسافت کے بعد اسے دریا کے کنارے سیبوں کا ایک باغ نظر آیا۔دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ باغ سیدؒ عبداللہ صومعیؒ کا ہے۔ان کی خدمت میں پہنچ کر عرض گزار ہوئے ''جناب مجھ سے ایک گناہ سرزد ہوا ہے' میں نے آپ کی اجازت کے بغیر آپ کے باغ کا ایک سیب کھالیا ہے' اگر آپ میری یہ تقصیر معاف فرما دیں' تو آپ کی بڑی کرم نوازی ہوگی''۔سیدؒ عبداللہ صومعیؒ نے نوجوان کا بغور جائزہ لیا اور اس میں سعادت کے آثار دیکھ کر کہنے لگے: ''آپ کی یہ غلطی کیوں معاف کی جائے؟'' نوجوان نے کہا ''تا کہ میں اپنے سجدوں کی لذت سے محروم نہ ہو جاؤں۔'' بزرگ نے برجستہ کہا: ''ہر گناہ کا کفارہ ہوتا ہے اور اس غلطی کا کفارہ یہ ہے کہ کچھ مقررہ عرصے تک اس باغ کی رکھوالی کرو۔اس کے بعد معافی کے متعلق غور کیا جائے گا۔'' یہ بزرگ سیدؒ عبداللہ صومعیؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے بزرگ اور مستجاب الدعوات ہستی تھے جن کا شمار اپنے عہد کے مشائخ اور زہادِ شب زندہ داران میں ہوتا تھا۔ معافی کے خواستگار مسافر ولیء وقت سیدؒ ابو صالحؒ تھے جو اپنے شوقِ جہاد کی بنا پر ''جنگی دوست'' کے لقب سے مشہور تھے۔آپؒ نے رضائے الٰہی کی خاطر یہ خدمت منظور کر لی اور

نہایت دیانتداری سے وقتِ معیّن تک اسے انجام دیا۔ پھر حاضرِ خدمت ہوکر معافی کے طلب گار ہوئے۔ سیّد صومعیؒ جو ایک صاحبِ کشف وکرامت بزرگ تھے اور اس عرصے میں اس نوجوان کی سیرت اور کردار کو بغور دیکھنے اور سمجھنے کے بعد جان چکے تھے کہ یہ نوجوان شریعت کی اطاعت میں پختہ اور ہر لحاظ سے قابلِ اعتماد ہے۔ انہوں نے کافی غور وخوض کے بعد ایک اہم فیصلہ صادر فرمایا۔ آپؒ نے فرمایا: ''ایک شرط اور باقی ہے' وہ یہ کہ میری ایک لڑکی آنکھوں سے اندھی' کانوں سے بہری' ہاتھوں سے لنجی اور پاؤں سے لنگڑی ہے۔ اُسے نکاح میں قبول کرو تو بلا اجازت سیب کھانے کی معافی دے دی جائے گی۔'' حضرت ابو صالحؒ نے اس شرط کو بھی بطیبِ خاطر قبول کیا۔ بعد از نکاح جب آپؒ نے اپنی شریکِ حیات کو دیکھا تو گھبرا کر گھر سے باہر بھاگے۔ دلہن نہ صرف مذکورہ ظاہری عیوب سے پاک بلکہ چندے آفتاب وچندے ماہتاب بھی تھی۔ سیّد ابو صالحؒ کو خیال گزرا کہ یہ کوئی اور لڑکی ہے۔ پریشانی میں سیدھے سیّد عبداللہؒ کے پاس پہنچے۔ سیّد عبداللہ نے باطنی فراست سے پریشانیٔ خاطر کا سبب معلوم کر کے کہا ''اے بیٹے! یہی تمہاری بیوی ہے اور میں نے جو صفات تم سے بیان کی ہیں' وہ سب صحیح ہیں۔ یہ اندھی اس لئے ہے کہ آج تک کسی غیر محرم پر اس کی نظر نہیں پڑی' یہ بہری ہے کہ کبھی خلافِ حق بات نہیں سنی' نیز کبھی خلافِ شرع کام نہ کرنے اور گھر سے باہر قدم نہ رکھنے کی وجہ سے لنجی اور لنگڑی بھی ہے۔ ابو صالحؒ بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ سیّد عبداللہ صومعیؒ کی اس صاحبزادی کا اسمِ گرامی اُم الخیر سیّدہ فاطمہؒ ہے۔ جو حضرت سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

مولانا جلال الدین رومیؒ نے مثنوی شریف میں رزقِ حلال کے حوالے سے کیا خوب فرمایا ہے:۔

لقمۂ کاں نور افزود و کمال
آں بود آوردہ از کسبِ حلال
علم و حکمت زاید از لقمہ حلال
عشق و رقت زاید از لقمہ حلال
زاید از لقمہ حلال اندر دہاں
میلِ خدمت عزمِ رفتن آں جہاں
زاید از لقمہ حلال اے مہ حضور!
دَر دلِ پاکِ تو و دَر دیدہ نور

محنت اور حلال ذرائع سے کمائی ہوئی روزی ہی انسان کے نور اور کمال کو بڑھاتی ہے' حلال کے رزق سے علم وحکمت پیدا ہوتی ہے اور لقمۂ حلال سے عشق اور گریہ وزاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ رزقِ حلال سے خدمت اور اس عالمِ فنا سے عالمِ بقا کو جانے کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اے انسان! رزقِ حلال ہی سے تیرے دیدہ ودل اللہ کے نور سے روشن ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ سے بصد عجز ونیاز دعا ہے وہ ہمیں اپنے مقبول بندوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ**

حقوق العباد

واعبدوا اللّٰہ ولاتشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا و بذی القربی والیتمیٰ والمسٰکین والجارذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل و ماملکت ایمانکم ان اللّٰہ لایحب من کان مختالافخورا o

''اورتم اللہ کی بندگی کرو'اس کے ساتھ کسی کوشریک نہ بناؤ۔ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو' قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ دار پڑوسی اوراجنبی ہمسایہ' کروٹ کے ساتھی اور مسافر اور کنیزوں غلاموں سے احسان کا معاملہ رکھو۔اللہ تعالیٰ اترانے والے شیخی خورے کودوست نہیں رکھتا'' (۳۶:۴)

اللہ تعالیٰ نے انسان اور کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر مسلمان پر فرض کر دیا کہ اس کے احکام کی اطاعت کرے'اوامر ونواہی کی کما حقہ پیروی کرے۔یہ سب ''حقوق اللہ'' ہیں۔علاوہ ازیں ہم بندوں کے بھی کچھ حقوق ہیں۔زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کے بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک کو''حقوق العباد'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسلام میں حقوق العباد پر بہت زور دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے حقوق کی عدم بجا آوری کے گناہ کو معاف فرمادے مگر حقوق العباد کے سلسلے میں بے اعتنائی اور غفلت اللہ تعالیٰ کو ہرگز گوارا نہیں۔میرے دادا قبلہ بابو جی رحمتہ اللہ علیہ نے حقوق العباد کی ادائیگی کا ہمیشہ بے حد خیال رکھا اور اپنے اہلِ خاندان اور دیگر متعلقین کو بھی حقوق العباد کی پاسداری کی تلقین فرمائی۔چنانچہ میرے محترم چچا جناب سیّد غلام معین الدین گیلانیؒ اور میرے والد

ماجد جناب شاہ عبدالحق گیلانی کو جب وہ بہاولپور میں زیرِتعلیم تھے' اپنے مکتوب میں لکھا''میرے عزیز! خدا تمہیں توفیق دے کہ تم مخلوقِ خدا کی خدمت کرسکو'اُس کی مخلوق کے سچے معنوں میں خدمت گزار بنو'ہر ایک کی قدر اپنے دل میں رکھو'اپنے آپ کو سب سے برا سمجھو''۔مزید تاکید کی''اس کی مخلوق کی خدمت کرو۔تم خادم بنو'وہ تم پر راضی ہوگا''

(مسافرِ چندروزہ۔۔ص۔۵۹۸)

امام مسلمؒ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنھما سے روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عمر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال المسلم اخوالمسلم لا یظلمہ و لا یسلمہ ومن کان فی حاجۃ اخیہ کان اللّٰہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللّٰہ عنہ کربۃ من کرباتِ یوم القیامۃ ومن سترمسلماسترہ اللّٰہ یوم القیامۃ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے'وہ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یارومددگار چھوڑتا ہے' جو مسلمان اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے' جو کسی مسلمان بھائی کی تکلیف دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کیلئے قیامت کی تکالیف سے تکلیف دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی عیب پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے!''صحابہء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی'' یارسول اللہؐ! ہم مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس مال و دولت ہو نہ ساز و سامان'' صحابہء کرامؓ کا جواب سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''میری امت میں مفلس وہ ہے جو

قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا مگر ان نیکیوں کے ساتھ اس نے کسی مسلمانؓ بھائی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو زدوکوب کیا ہوگا۔ اسے حساب دینے کے لئے بلایا جائے گا، اسے وہاں بٹھایا جائے گا۔ اس کی کچھ نیکیاں، اس کے مظالم کے عوض ایک مظلوم لے لے گا۔ اسی طرح اس کی نیکیاں باری باری سب لیتے جائیں گے۔ جب اس کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہ اس کے اعمال نامہ میں شامل کئے جائیں گے، پھر اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا''۔ **(صحیح بخاری)**

مذکور بالا حدیثِ مبارکہ حقوق العباد کی اہمیت کی حامل ہے۔ ہمارے برائے نام اسلامی معاشرے میں حقوق اللہ کی ادائیگی پر تو زور دیا جاتا ہے مگر اس کے برعکس حقوق العباد کے معاملے میں یکسر تغافل کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن حقوق العباد سے روگردانی کرنے والے شخص کو موردِ عذاب ٹھہرایا جائے گا اور اس کی بخشش اس وقت تک نہیں ہو سکے گی جب تک کہ وہ لوگ اسے معاف نہیں کریں گے جن کی اس نے حق تلفی کی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''شرک کے بعد بدترین گناہ مخلوق کی ایذا رسانی ہے'' حضرت امام غزالیؒ رقمطراز ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کسی مسلمان کی حاجت روائی کا عمل عمر بھر کی بندگیٔ حق کے برابر ہے۔'' ایک اور مقام پر آپؐ فرماتے ہیں ''کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے ایک لمحہ صرف کرنا مسجد میں دو ماہ کے اعتکاف سے افضل ہے!''

قاضی ابوالحسن الماوردیؒ اپنی تصنیف ''اعلام النبوۃ'' میں لکھتے ہیں ''ابوجہل ایک یتیم کا وصی تھا۔ وہ بچہ ایک روز عریاں بدن اس کے پاس آیا اور ابوجہل سے التجا کی کہ میرے

باپ کے متروکہ مال سے مجھے کچھ دے۔ ابوجہل نے اسے دھتکار دیا۔ راستے میں قریش کے سرداروں نے ازراہِ شرارت اس سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر شکایت کرو، وہ ابوجہل سے سفارش کر کے تجھے مال دلوا دیں گے۔ بچہ سیدھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور اپنا حال آپؐ سے بیان کیا۔ آپؐ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؐ نے ابوجہل کو حکم دیا ''اس بچے کو اس کا حق دے دو'' ابوجہل نے فوراً اس کا مال اسے دے دیا۔ قریشِ مکہ نے یہ معاملہ دیکھا تو ششدر رہ گئے۔ انہوں نے ابوجہل کو طعنہ دیا۔ ابوجہل کہنے لگا ''خدا کی قسم! میں نے اپنا دین نہیں چھوڑا، میں نے ایسا محسوس کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ایک ایسا ہتھیار ہے کہ اگر میں نے ان کی مرضی کے خلاف ذرہ برابر بھی حرکت کی تو وہ مجھے چھلنی کر دے گا۔'' اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کا جائز حق دلوانے کو کس درجہ اہم اور ضروری سمجھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سوال پوچھا ''کیا تم جانتے ہو، وہ کونسی نیکی ہے جو نماز، روزہ اور صدقہ سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہے؟'' سب نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! آپ بہتر جانتے ہیں''۔ آپؐ نے فرمایا ''دو ناراض بھائیوں کو ایک دوسرے سے ملانا''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے درمیان بیٹھے تھے کہ دفعتاً آپ کے مبارک ہونٹوں پر تبسم نمودار ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، آپؐ کے تبسم فرمانے کی وجہ کیا تھی''۔ آپؐ نے فرمایا: ''قیامت کا میدان میرے سامنے ہے، میری امت کے ایک آدمی نے باری

تعالیٰ سے فریاد کی'' اے احکم الحاکمین! اس شخص نے مجھ پر ظلم ڈھایا ہے''۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ''اس کا حق ادا کرو'' وہ کہتا ہے' پروردگار! میرے پاس دینے کو کچھ نہیں رہا۔ میری سب نیکیاں تو وہ لے گئے ہیں جن کے حقوق میں نے پورے نہیں کئے'' باری تعالیٰ فریادی سے کہتے ہیں ''اب تو اس کے پاس ایک نیکی بھی نہیں رہی''۔ وہ کہتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہ اس کے ذمہ کر دئے' چنانچہ اس کے گناہ اس ظالم کے فردِ عمل میں شامل کر دیئے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اسے خلاصی نہیں مل رہی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے حضور صلی للہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور آپؐ نے فرمایا' وہ بھی کیا دن ہے کہ ہر شخص اپنے گناہوں کے بوجھ سے ڈر رہا ہوگا۔ اتنے میں رب العالمین فریادی کو کہتے ہیں اس طرف دیکھو' فریادی کو بڑے پیارے اور خوبصورت شہر دکھائی دیتے ہیں جن میں سونے چاندی کے محلات بنے ہوئے ہیں' ان میں قسم قسم کے میوہ جات اور بیش بہا نعمتیں موجود ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں' یہ نعمتیں ان کے لئے ہیں جو ان کی قیمت ادا کر سکیں تو بھی ان کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ ان کی قیمت اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ تو اپنے اس بھائی کو معاف کر دے۔ اب وہ شخص کہہ رہا ہے ''اے باری تعالیٰ! میں اسے معاف کرتا ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ کے کہنے پر اس نے دوسرے شخص کا ہاتھ پکڑ لیا اور دونوں جنت کی طرف چل رہے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا ''لوگو! اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح صفائی سے رہو''۔

میرے دادا جان حضرت بابو جیؒ مخلوقِ خدا کے ساتھ حسنِ خلق میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپؒ کے نزدیک کسی بھی انسان کی قدر و منزلت اس کے دنیاوی جاہ و مرتبہ کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے اخلاق و محبت اور شرافت و نجابت کی بنا پر ہوا کرتی۔ استاذی المحترم مفتی فیض احمد صاحب اپنی تالیف ''مہرِ منیر'' میں لکھتے ہیں: ''حضرت بابو جیؒ کی ذاتِ مبارکہ میں رحم

دلی اور بے سہارا لوگوں کے لئے جذبۂ ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ محبت اور آشنا پروری آپؒ کا خاصہ تھا۔ ملاقات کے دروازے ہر ایک پر کھلے تھے۔ آپؒ کی مجلس میں غریب و امیر سب شامل ہوا کرتے تھے جو آپؒ سے یکساں توجہ پاتے تھے۔ آپؒ ادنیٰ سے ادنیٰ ملنے والے کو بھی ''سنگی'' یعنی ساتھی کہہ کر پکارتے۔ آپؒ سے وابستہ ہر شخص یہ خیال کرتا تھا کہ آپؒ اسی پر سب سے زیادہ مہربان ہیں حالانکہ آپؒ کے متعلقین کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی۔ اگر کوئی قریبی تعلق رکھنے والا کسی وجہ سے کچھ دوری بھی اختیار کر لیتا تو آپؒ کی طرف سے تعلق اور توجہ میں مطلقاً کمی نہ آنے پاتی جس کی وجہ سے بسا اوقات وہ خود پشیمان ہو کر دوبارہ نزدیک آ جاتا۔ ایسے مواقع پر آپؒ اکثر یہ بھی فرماتے کہ غالباً دیر تک میرے ساتھ رہنے سے یہ صاحب میرے عیوب سے پوری طرح واقف ہو گئے ہیں اس لئے اب ملنا پسند نہیں کرتے۔ حضرت بابو جیؒ کی زندگی حضور نبی ءکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے عین مطابق تھی جس میں آپؐ نے فرمایا **خیر الناس من ینفع الناس** ''بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچے''۔ حقوق العباد میں یہ بات سب سے اہم ہے کہ مخلوقِ خدا کی دل آزاری نہ کی جائے۔

مباش در پے آزار و ہر چہ خواہی کُن
کہ در شریعتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

ترجمہ: جو چاہے کر لیکن کسی کا دل دُکھانے کی بات نہ کر۔۔ کہ ہماری شریعت میں اس کے علاوہ اور کوئی گناہ نہیں۔

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

ترجمہ: کسی شخص کے دل کو خوش کرنا حجِ اکبر کے برابر ہے۔۔۔ ہزاروں کعبوں سے ایک دل بہتر ہے۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بتسبیح و سجادہ و دلق نیست

ترجمہ: طریقت خدمتِ خلق کے سوا کوئی اور چیز نہیں ہے' محض تسبیح پڑھنے' جائے نماز پر سجدے کرنے اور گدڑی پہننے کا نام نہیں۔

کرامت جواں مردی و ناں دہی ست
مقالاتِ بے ہودہ طبلِ تہی ست

ترجمہ۔ کرامت سے مراد باطل کے خلاف جواں مردی کا مظاہرہ کرنا اور مخلوقِ خدا کو کھانا کھلانا ہے۔ بے ہودہ باتیں خالی ڈھول سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کما حقہٗ ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

آمین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ

والدین کے حقوق

اسلام ارفع واعلیٰ تعلیمات کا مخزن ہے۔ جن پر عمل پیرا ہو کر زندگی ہر اعتبار سے بہترین اور مثالی بن سکتی ہے۔ انہی تعلیمات میں والدین کے حقوق کی پاسداری کو بے حد اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وقضٰی ربک الا تعبدوا الاایّاہ و بالوالدین احسانا۔ اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلاتقل لھما اف و لا تنھر ھما وقل لھما قولا کریما۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا۔ (بنی اسرائیل ۲۳۔۲۴)

ترجمہ: اور تمہارے ربّ نے حکم فرما دیا کہ تم اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تمہارے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔ (کمزوری غالب آ جائے اور ناتواں ہو جائیں) تو ان سے اُف تک نہ کہنا' نہ ہی ان کو جھڑکنا' ان سے تعظیم سے بات کرنا اور اپنے باز و نہایت عاجزی اور نیاز مندی سے ان کے سامنے جھکا دینا' ان کے لئے دعا کرتے رہنا: اے پروردگار! تو ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں (شفقت اور محبت سے) مجھے پالا تھا۔

صاحبِ ''خزائن العرفان'' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: '' ضعف کا غلبہ ہو' اعضا میں قوت نہ رہے اور جیسا تو بچپن میں ان کے پاس بے طاقت تھا ایسے ہی وہ آخرِ عمر میں تیرے پاس ناتواں رہ جائیں' یعنی والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں جب بڑھاپے میں پہنچ جائیں تو کوئی ایسا کلمہ زبان سے نہیں نکالنا چاہیے جس سے ان کی طرف سے طبیعت

میں گرانی کا شائبہ ہو اور انہیں جھڑکنا یا ''ہوں'' کہنا اللہ کریم کے حکم سے منع ہے۔ ان کے ساتھ حُسنِ ادب سے بات کرنا ضروری ہے۔ بچپن میں جس طرح وہ تیرے ناز اٹھاتے رہے تو بڑھاپے میں اسی طرح ان کی ناز برداری کر!''

مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ تحریر کرتے ہیں: ''ماں باپ سے اس طرح کلام کرے جیسے غلام و خادم اپنے آقا سے کرتا ہے۔۔۔ اور ''اُن کے لئے عاجزی کا بازو بچھائے'' سے مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ نرمی و تواضع کے ساتھ پیش آئیں اور ان کے ساتھ تھکے وقت میں شفقت و محبت کا برتاؤ کریں کہ انہوں نے تیری مجبوری کے وقت تجھے محبت سے پالا تھا اور جو چیز انہیں درکار ہو وہ ان پر خرچ کرنے میں دریغ نہ کریں''

''اُف نہ کہنے'' سے مراد دل میں ذرّہ برابر تنگی اور کراہت محسوس نہ کرنا ہے۔ جب ناپسندیدگی سے ٹھنڈا سانس بھر کر ''اُف'' تک کہنا ممنوع ہے تو دوسری ذہنی و بدنی تکالیف تو بدرجہء اولیٰ حرام ہیں۔ حضرت ابنِ مسیّب فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے ساتھ اس انداز سے بات کرو جس طرح مجرم انسان سخت گیر حاکم کے سامنے نرمی سے بات کرتا ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ والدین کے بڑھاپے اور ناتوانی کے وقت ان کا بول و براز صاف کرتے وقت دل میں کراہت محسوس نہ کرو اور اُف کا کلمہ بھی نہ کہو کیونکہ وہ تیرے بچپن میں تجھ سے نفرت نہیں کرتے تھے۔ (تفسیر مظہری)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔

عن النبی ﷺ قال رغم انف ثم رغم انف ثم رغم انف قیل من یا رسول اللّٰہ قال من ادرک والدیہ عندالکبر احد ھما او کلاھما فلم یدخل الجنۃ"

نبی ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو پھر اس کی ناک خاک آلود ہو پھر اس کی ناک خاک آلود ہو۔ پوچھا گیا: یارسول اللہؐ وہ کون شخص ہے؟۔ فرمایا جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہیں ہوا۔'' **(صحیح مسلم)**

صاحبِ مشکوٰۃ نقل کرتے ہیں: **''عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال مامن ولد بار ینظر الی والدیہ نظرۃ رحمۃ الا کتب اللہ لہ بکل نظرۃ حجۃ مبرورۃ قالوا ان نظر کل یوم مأۃ مرۃ قال نعم اللہ اکبر و اطیب"** ''حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ماں باپ سے نیکی کرنے والا بیٹا جب نظرِ رحمت سے ماں باپ کی طرف دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اس کی) ہر نظر کے بدلے اس کے لئے ایک مقبول حج کا ثواب لکھتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: چاہے وہ ہر روز سو مرتبہ دیکھے۔ حضورؐ نے فرمایا: ہاں (چاہے ہر روز سو مرتبہ دیکھے کیونکہ) اللہ سب سے بڑا اور پاکیزہ ہے!

حضرت ابوبکرؓ روایت کرتے ہیں: رسولِ کریم ﷺ نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ بڑے گناہ کون کون سے ہیں''؟ صحابہؓ نے عرض کی: ''یارسول اللہؐ! ضرور فرمائیں! آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا' اس حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں کہ آپؐ تکیہ لگائے تشریف فرما تھے' اچانک اُٹھ بیٹھے اور مزید فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ بولنا۔ **(جامع ترمذی)**۔

سورہ لقمان کی آیت ۱۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **''ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن و فصٰلہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر۔"** ''ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی

تاکید کی ہے' اس کی ماں نے ضعف پر ضعف برداشت کر کے اُسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دوسال اُس کا دودھ چھوٹنے میں لگے' (اس لئے ہم نے اسے نصیحت کی) کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر بجالا' کہ آخر میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیتے ہوئے ماں کی تکلیفوں کا ذکر فرمایا'' ماں نے اولاد کو اس حالت میں پیٹ میں رکھا کہ اسے کمزوریوں پر کمزوریاں برداشت کرنا پڑیں' اس کو دکھ اور تکلیفیں سہنا پڑیں' جیسے جیسے اس کا حمل بڑھتا چلا جاتا ہے بوجھ زیادہ ہوتا جاتا ہے' حمل خود ضعیف کرنے والا عمل ہے۔ دردِزہ اس سے بڑھ کر باعثِ ضعف ہے۔ وضعِ حمل میں اور زیادہ شدت ہے۔ ماں ان تکلیف دہ مراحل سے گزر کر اسے اٹھائے اٹھائے پھری اور دودھ پلاتی رہی۔

''ان اشکرلی ولو الدیک'' کی تفسیر میں مشہور مفسّر ومحدث حضرت سفیان بن عینیہؒ فرماتے ہیں کہ جس نے پنجگانہ نمازیں ادا کیں وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا اور جس نے پنجگانہ نمازوں کے بعد والدین کے لئے دعائیں کیں اس نے والدین کی شکر گزاری کی۔

امام بخاریؒ ''صحیح بخاری'' میں حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی ءکریم ﷺ نے ان تین آدمیوں کا واقعہ بیان کیا جنہیں راستے میں بارش نے آلیا تھا اور وہ ایک غار میں گھس گئے۔ پہاڑ کے اوپر سے ایک بڑا پتھر گرنے سے غار کا منہ بند ہوگیا۔ انہوں نے کہا' اپنا اپنا کوئی ایسا نیک عمل یاد کرو جو رضائے الٰہی کے لئے کیا گیا ہو' شاید مشکل آسان ہوجائے۔ ان میں سے ایک نے کہا' میرے چھوٹے چھوٹے بچے اور بوڑھے والدین تھے' شام کو بکریوں کا دودھ دوہ کر سب سے پہلے اپنے والدین کو پلایا کرتا

تھا۔ ایک دن مجھے جنگل میں رات ہوگئی۔ میں گھر پہنچا تو میرے والدین سو چکے تھے۔ میں حسبِ معمول دودھ لے کر اُن کے سرہانے کھڑا ہوگیا۔ میرے بچے روتے رہے' میں نے نہ تو والدین کو جگانا مناسب سمجھا نہ انہیں پلائے بغیر بچوں کو دودھ پلایا۔ صبح تک میں ان کے سرہانے کھڑا ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا۔ الٰہی! اگر میرا یہ عمل تیری رضا کے لئے تھا تو ہماری مشکل آسان فرما!''۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے غار کے منہ پر پڑے پتھر کو تھوڑا سا سرکا دیا۔ باقی دونوں اشخاص نے بھی رضائے الٰہی سے کئے گئے نیک کاموں کے وسیلے سے دعا کی تو پتھر ہٹ گیا اور ان کے لئے راستہ بن گیا (**صحیح بخاری۔ کتاب الادب' باب اجابة دعامن برّوالدیه**)۔ اس حدیثِ مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والے شخص کی دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ حضرت انسؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''جو شخص رزق کی کشادگی اور عمر کی درازی کا خواہش مند ہو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے''۔ (**مسند امام احمدؒ**)

حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں: **من زار قبر والدیه او احدهما احتسابا کان کعدل حجة مبرورة**''۔ جس شخص نے ثواب کی نیت سے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی کی قبر کی زیارت کی تو اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا''۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ **عن فاطمةؓ قالت الزم رجلها فثم الجنة**''۔ حضرت فاطمہؓ بیان کرتی ہیں: اپنی ماں کے پیروں سے چمٹے رہو جنت وہیں ہے! (**ابنِ ماجہ**) حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ: **''کل الذنوب یغفرالله تعالیٰ منها ماشاء الا عقوق الوالدین' فان الله تعالیٰ یعجله فی الحیٰوة**

الدنیا قبل الممات"۔ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے جو چاہے بخشتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کی سزا اللہ تعالیٰ موت سے پہلے دنیا میں جلد دیتا ہے"۔

حضور سیّد المرسلین ﷺ نے فرمایا" والدین کی نافرمانی سے بچو اس لئے کہ جنت کی خوشبو اگرچہ ہزار برس کی راہ تک آتی ہے لیکن والدین کا نافرمان اس کی یہ خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ **(تفسیر مدارک)** حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا۔ **من احق الناس بحسن صحابتی فقال امک قال ثم من قال ثم امک قال ثم من قال ثم امک قال ثم من قال ثم ابوک"۔** کون لوگ میرے اچھے سلوک کے مستحق ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: تمہاری ماں' کہا پھر کون ہے؟ فرمایا پھر تمہاری ماں' کہا پھر کون؟ فرمایا پھر تمہاری ماں' کہا پھر کون؟ فرمایا پھر تمہارا باپ۔ **(صحیح مسلم)**۔ امام مسلمؒ مختلف صحیح اسناد سے ایسی ہی بہت سی احادیث روایت کرتے ہیں جن میں ماں کا حق باپ کے حق سے زیادہ بیان کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: **اوصی الرجل بامه** "میں آدمی کو وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں"۔ **اوصی الرجل بابیه** "میں آدمی کو وصیت کرتا ہوں اس کے باپ کے حق میں"۔

ماں کی محبت اور باپ کی اطاعت میں احکاماتِ خداوندی اور ارشاداتِ مصطفیٰ ﷺ کے مطابق توازن رکھے کیونکہ ان دونوں کے احسانات اپنے اپنے لحاظ سے منفرد ہیں۔ ان کا تقابل کرنا بے ادبی ہے۔ امام طبرانیؒ روایت کرتے ہیں: **"طاعة الله فی طاعة الوالد ومعصية الله فی معصية الوالد"** اللہ تعالیٰ کی اطاعت والد کی اطاعت میں ہے اور اللہ کی نافرمانی والد کی نافرمانی میں ہے۔" والد کی رضا اور خوشنودی حاصل

کرنے کے لئے سعادت مند اولاد ہر وقت کوشاں رہتی ہے۔ فرمانبردار اولاد اپنی خوشی کو اُن کی رائے پر قربان کرتی ہے اور ان کے احسانات کو یاد رکھنا نیک فطرت لوگوں کی طرزِ حیات ہے۔ امام ترمذیؒ بسندِ متصل آپؐ کا ارشاد بیان کرتے ہیں: **رضا الرب فی رضا الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد"** والد کی خوشی میں اللہ راضی ہوتا ہے اور والد کی ناراضگی سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے۔" **(ترمذیؒ ابن حبانؒ حاکمؒ)**

صاحبِ صحیح مسلم حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت بیان کرتے ہیں: **"عن عبدالله بن عمر قال جاء رجل الی النبی ﷺ یستاذنه فی الجهاد فقال احیّ والداک قال نعم قال ففیهما فجاهد:** ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی۔ آپؐ نے فرمایا" کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا پھر ان کی خدمت میں جہاد کرو۔" **(صحیح مسلم)**

صحیح مسلم کے شارح علامہ یحییٰ بن شرف نوویؒ لکھتے ہیں: "ماں کا حق مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کی تربیت میں ماں کو زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ ماں کی اولاد پر شفقت زیادہ ہوتی ہے۔ حمل' وضعِ حمل' دودھ پلانے اور پرورش کے دیگر مراحل طے کرنے میں ماں کو زیادہ مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کے وجوب پر علماء کا اجماع ہے۔ ان کی نافرمانی کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ امام نوویؒ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "اگر ماں نمازِ نفل کے دوران بلائے' اس کے بلانے پر جانا واجب ہے کیونکہ نمازِ نفل میں استمرار بھی نفل ہے' واجب نہیں لیکن ماں کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے اور ماں کی نافرمانی کرنا حرام ہے۔ امام ابن ابی شیبہؒ نے محمد بن منکدرؒ سے روایت کرتے ہیں: **"عن جابر اذا کنت تصلی فدعاک ابواک فاجب امک ولاتجب**

ابـــاک" حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حالتِ نماز میں تمہیں ماں باپ بلائیں تو ماں کے کہنے پر جاؤ' باپ کے بلانے پر نہ جاؤ''۔ **(شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)**

حضرت بایزید بسطامیؒ کا انتقال ہوا تو ان کے کچھ دوستوں نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت کے باغوں میں گھوم پھر رہے ہیں اور اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ انہوں نے اُن سے پوچھا آپؒ اتنے بلند مقام پر کیسے فائز ہوئے؟ فرمایا'' ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے اور مصیبتوں پر صبر کرنے سے''۔

حضرت سیّدنا غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:''والدین کی فرمانبرداری کے لئے نفلوں کو ترک کیا جاسکتا ہے اور یہ افضل ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جن لوگوں سے والدین کے تعلقات اچھے ہوں ان کے ساتھ یہ بھی اچھے برتاؤ کا مظاہرہ کرے۔۔ اگر گھر میں کھانے پینے کی چیز لاؤ تو سب سے پہلے ماں باپ کو دو کیونکہ وہ تمہاری خاطر اکثر بھوکے رہے ہیں اور تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی' خود بیدار رہے اور تمہیں سلایا''۔

حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے۔ ماں کا چہرہ' قرآنِ مجید' عالمِ دین کی صورت' خانۂ کعبہ اور اپنے مرشد کی صورت۔ حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاءؒ کے ملفوظات میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔''رسولِ پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی مصیبت و بے چینی میں باری تعالیٰ کو اپنے ماں باپ کا وسیلہ پیش کرے' اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسانی پیدا فرماتا ہے اور اسے اس درماندگی سے نجات دلاتا ہے۔ چنانچہ میں نے آثارِ اولیاء میں پڑھا ہے کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ قبرستان سے گزر رہے تھے کہ اچانک انہیں ایک قبر سے دردناک آوازیں سنائی دیں'

یہ بزرگ وہیں ٹھہر گئے۔ انہیں نظرِ باطن سے معلوم ہوا کہ وہ صاحبِ قبر سخت عذاب میں مبتلا ہے۔ شدتِ تکلیف کے باعث وہ فریاد کرتا تھا' یا امّی! اس بزرگ نے جب یہ فریاد سنی۔ دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور کہا یارب! اس قبر سے پردہ ہٹا دے تا کہ میں دیکھ سکوں کہ یہ کون ہے! حق تعالیٰ نے دعا قبول کی۔ قبر سے اچانک خاک کا پشتہ ہٹ گیا۔ اس بزرگ نے کہا' اے نوجوان! تو ماں کو بار بار کیوں پکارتا ہے' اللہ کا نام لے شاید کہ وہ تجھے نجات دے دے۔ وہ نوجوان کہنے لگا' اے بزرگ زندگی میں جب کبھی میں غم میں مبتلا ہوتا تھا تو میں بے اختیار ماں کو پکارتا تھا اور مجھے اس مصیبت سے نجات مل جاتی تھی۔ اس وقت بھی اپنی ماں کو پکار رہا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ اُس کے صدقے مجھے اس عذاب سے خلاصی دے دے۔ جب اس نے یہ بات کہی اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس سے وہ عذاب دور کر دیا۔ حضرت خواجہ محبوبِ الٰہیؒ نے جب یہ حکایت بیان فرمائی تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں والدین کی اطاعت اور ادب و تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ

تربیتِ اولاد

"یایھا الذین امنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا"

اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔

قرآنِ حکیم ایک جامع ضابطۂ حیات ہے' جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایک متوازن اور پاک وصاف زندگی بسر کرنے کے لئے رہنمائی فرماتا ہے تاکہ ہم گمراہی میں مبتلا نہ ہوں اور اپنے شب و روز اس انداز سے گزاریں جو احکام الٰہیہ کے مطابق ہوں' گناہوں اور خطاؤں سے بچیں' دوسروں کو بھی صراطِ مستقیم پر چلنے کی ترغیب دیں۔ پس جب مندرجہ بالا آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اپنے آپ کو دوزخ سے بچانے کا مفہوم تو سمجھ میں آ گیا ہے' ہم اپنے اہل وعیال کو کیونکر دوزخ سے بچا سکتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں روکا ہے تم اپنے اہل وعیال کو بھی ان سے روکو اور جن کاموں کو بجالانے کا اس نے حکم دیا تم انہیں حکم دو کہ وہ بھی بجالائیں۔''

امام طبرانیؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں: نبی ءکریم ﷺ نے فرمایا ''اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ: اپنے نبی ﷺ کی محبت اور ان کے اہلِ بیت کی محبت' اور قرآنِ کریم کی تلاوت''۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور پیدا کریں۔ یہ عقیدہ ان کے دل و دماغ میں راسخ کریں۔ انہیں بُرے کاموں' دھوکے بازی اور خیانت کے بُرے انجام سے آگاہ کریں تاکہ وہ اس حقیقت سے آگاہ ہوسکیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجرموں کے لئے آخرت میں درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں ''میں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے اس کا امتحان لینے کی خاطر فرمایا ''چرواہے! ان بکریوں میں سے ایک بکری میرے ہاتھ بیچ دو'' اس چرواہے نے کہا' میں تو غلام ہوں۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے' تم اپنے آقا سے یہ کہہ دینا کہ اس بکری کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ چرواہا کہنے لگا' میں اللہ کو کیا جواب دوں گا' وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ رونے لگے اور پھر اس غلام کے ساتھ اس کے آقا کے پاس گئے اور اس کو خرید کر آزاد کر دیا اور پھر غلام سے فرمایا: ''تمہیں دنیا میں اس بات نے آزاد کر دیا اور مجھے امید ہے کہ یہی بات تمہیں آخرت میں بھی عذاب سے بچالے گی''۔

ڈاکٹر عبداللہ ناصح لکھتے ہیں ''حضرت عمرؓ بن خطاب کی یہ عادت مبارک تھی کہ وہ دوسروں کو اچھی بات کا حکم دینے اور بری باتوں سے روکنے سے قبل اپنے اہل خانہ کو اکٹھا کرتے اور حمد وصلوٰۃ کے بعد ان سے فرماتے: ''میں لوگوں کو فلاں فلاں امور کی دعوت دوں گا اور فلاں فلاں بات سے روکوں گا۔ میں ربّ ذوالجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں' یاد رکھو کہ اگر مجھے تم میں سے کسی کی طرف سے یہ اطلاع مل گئی کہ اس نے وہ کام کیا جس سے میں نے لوگوں کو روکا ہے یا اس نے اس کام کو چھوڑ دیا ہے جس کا میں نے لوگوں کو حکم دیا ہے تو میں اسے سخت ترین سزا دوں گا''۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر جاتے اور جو بات کہنا چاہتے وہ لوگوں سے فرما دیتے تو کوئی شخص بھی اطاعت وفرمانبرداری کئے بغیر نہیں رہتا تھا۔

علامہ اخوانیؒ اپنی تصنیف **''تربیۃ الاولاد فی الاسلام''** میں فرماتے ہیں: بچے کو نصیحت کرنے میں مرحلہ وار قدم اٹھانا چاہیے' اگر وعظ ونصیحت بچے پر کارگر ہوسکتی ہو تو مربی (تربیت دینے والے) کے لئے درست نہیں کہ اس سے قطع تعلق کر لے اور اگر اس

سے کنارہ کشی مفید ہوتو سزا دینے سے اعراض کیا جانا چاہیے۔ اگر ڈانٹ ڈپٹ سے بچے کی اصلاح نہ ہورہی ہوتو ایسی صورت میں اسے اتنی سزا دی جائے جس سے اسے بہت زیادہ اذیت نہ پہنچے۔ بچے کو شروع ہی سے جفاکشی' خوداعتمادی' ذمہ داریوں کو نبھانے' جرأت اور حق کے اظہار کی تربیت دینا چاہیے۔ ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں: ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار بچے کے نفسیاتی و اخلاقی انحراف کے عوامل ہیں۔ اس کے نتائج بعض اوقات بڑے خطرناک نکلتے ہیں۔ بچہ دیکھتا ہے کہ لوگ مصائب وآفات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے ہیں لیکن وہ ذرا سی بھی مصیبت و پریشانی آپڑے تو آہ و بکا شروع کر دیتا ہے۔ بچے کی اس حالت اور کیفیت کی بنا پر وہ معاشرے کا مفید فرد نہیں بن سکتا اور نہ ہی ایسے شخص کی زندگی کو اچھی نظروں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہیے کہ وہ ان طریقوں کو اختیار کریں جو اسلام نے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں مقرر کئے ہیں۔ ان میں بچے سے محبت اور اس کے تعلق میں اعتدال اور میانہ روی ہے۔ ہر پریشانی اور مصیبت کے وقت اللہ کے اس حکم کو سامنے رکھیں. **ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال و الانفس والثمرات و بشر الصابرین**" اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (خدا کی خوشنودی کی) بشارت سنادو)۔ اللہ کے احکام کے سامنے سر جھکانا بھی انہی امور میں شامل ہے۔ بچے کی تربیت سادگی' خوداعتمادی اور فرائض و واجبات کی ادائیگی کے احساس کی بنیاد پر ہو۔

والدین کا اہم ترین فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو والدین کے حقوق سمجھائیں اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور نیکی کرنے کی تلقین کریں۔ امام بخاری "**الادب المفرد**"

میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: آپؐ نے ارشاد فرمایا "کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کے مسلمان والدین زندہ ہوں اور وہ ان کے ساتھ اجر وثواب کی نیت سے حسنِ سلوک کرے' مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیتے ہیں۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک ناراض ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے اس وقت تک راضی نہیں ہوتے جب تک اس کے والدین اس سے راضی نہ ہو جائیں۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ خواہ وہ اس پر ظلم کریں' تو آپؐ نے فرمایا' چاہے وہ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو نافرمانی سے ڈرائیں اور بتائیں کہ نافرمان ہونا کس قدر بڑا گناہ ہے' اس سے نیکیاں برباد ہوتی ہیں۔

حضرت عدام بن خوشبؒ (ائمہء تبع تابعین میں سے ایک بزرگ) بیان فرماتے ہیں "میں نے ایک مرتبہ ایک بستی میں قیام کیا۔ بستی کے بالکل قریب ایک قبرستان تھا۔ میں نے دیکھا کہ عصر کے بعد ایک قبر شق ہوگئی اور اس میں سے ایک ایسا شخص نکلا جس کا سر گدھے کے سر کی طرح تھا اور باقی جسم انسانی شکل جیسا تھا۔ اس نے تین مرتبہ گدھے جیسی آواز نکالی اور پھر قبر اس پر بند ہوگئی۔ اچانک میں نے ایک بڑھیا کو دیکھا جو سوت کات رہی تھی' ایک اور عورت نے مجھ سے کہا' تم اس بڑھیا کو دیکھ رہے ہو یہ اس کی ماں ہے۔ میں نے پوچھا اس کا کیا ماجرا ہے؟ وہ کہنے لگی "یہ لڑکا شراب پیا کرتا تھا جب واپس آتا تو ماں اس کو کہتی: بیٹا اللہ سے ڈرو' تم کب تک شراب پیتے رہو گے"۔ وہ اس سے کہتا "تم تو اس طرح چیختی ہو جس طرح گدھا چیختا ہے"۔ پھر وہ ایک دن عصر کے بعد مر گیا' پس اس کی قبر روزانہ عصر کے بعد شق ہوتی ہے اور وہ لڑکا تین مرتبہ گدھے کی آواز نکالتا ہے اور پھر قبر بند ہو جاتی ہے"۔ (الحقوق ص ۳۳' شرح الصدور از جلال الدّین سیوطیؒ)۔ والدین کو اپنی اولاد کی

تربیت شروع سے ہی ایسی کرنی چاہیے کہ ان کی اولاد والدین کے حق کو پہچان لے اور جب بچہ بچپن ہی سے صحیح طور پر والدین کے حقوق کی ادائیگی میں فرض شناسی سے کام لے گا تو وہ رشتہ داروں، پڑوسیوں اور استاد وغیرہ کے حقوق بدرجۂ اتم صحیح طور پر ادا کرے گا۔

حضرت امیر خسروؒ اپنے شیخِ مکرم حضرت خواجہ نظام الدّین محبوبِ الٰہیؒ سے نقل کرتے ہیں، ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا: اگر کوئی شخص ماں باپ کو اپنی گردن پر سوار کر کے تمام عمر خانۂ کعبہ کا حج کرائے تو بھی وہ اس ایک رات کا حق ادا نہیں کر سکتا جب وہ اس کی خاطر رات بھر جاگے ہوں"۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اپنے والدین کی صحیح خدمت واطاعت اور اپنی اولاد کی صحیح اسلامی روح کے مطابق تربیت کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

امین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ

زوجین کے روابط

اسلام ہمیں ایک متوازن زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ایک ایسا عادلانہ نظامِ حیات نافذ کرنے کی ہدایت کرتا ہے جس میں مرد و زن، پیر و جواں، بندہ و آقا سب کے حقوق کا بلاتمیزِ رنگ و نسل تحفظ موجود ہو۔ اس لئے کہ سبھی اس خالقِ حقیقی کی مخلوق ہیں جو قادرِ مطلق ہے اور سب سے انصاف کرنے والا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں زوجین کے روابط و تعلقات پر بڑی واضح اور مفصل ہدایات موجود ہیں تاکہ ان پر عمل پیرا ہو کر ایسا معاشرہ وجود میں آئے جس کی ہر سطح پر انصاف ہو۔ سب کے حقوق محفوظ ہوں اور ہر طبقہ مطمئن ہو۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ معاشرہ میں خاندان اور گھر کے افراد بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور گھر میں اچھے اور پاکیزہ ماحول کے لئے میاں بیوی کے مراسم اور کردار انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ انہی کے باہمی رویّے سے آئندہ نسل کے رویوں کی نشوونما ہوتی ہے۔ لہٰذا میاں بیوی کے حقوق و فرائض کے تعین اور ان کی بجاآوری سے معاشرے میں صحت مند ماحول پیدا ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **"ومن ایٰته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها و جعل بینکم مودة و رحمة ان فی ذالک لایت لقوم یتفکرون"** (۳۰:۲۱) اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔ بے شک اس میں سوچنے والوں کے لئے کتنی ہی نشانیاں ہیں"۔

قرآنِ پاک نے لفظ "سکون" سے میاں بیوی کی رفاقت کو جس حقیقت کے ساتھ ظاہر کیا ہے وہ ازدواجی تعلق کے اصل فلسفہ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ گویا بیوی دنیا

کے حوادثات اور مشکلات کے تلاطم میں امن وسکون اور چین کا سفینہ ہے۔ میاں بیوی کے درمیان باہمی پیار، محبت اور انسیت اس قدر ہو کہ اُن کی زندگی سکون اور چین کا گہوارہ بن جائے۔ اگر کسی نکاح سے قدرتِ خداوندی کے یہ اغراض پورے نہ ہوں تو اس میں دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک قصوروار ہوگا۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اس آیت کی تشریح کے ذیل میں لکھتے ہیں ''اُس کریم ذات نے انسان کے شکستہ حوصلوں کو بلند رکھنے کے لئے، اُس کے ڈگمگاتے قدموں کو ثبات بخشنے کی خاطر اور آلام ومصائب کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے اس کی جنس سے بیوی کی صورت میں اسے ایک رفیقِ سفر بھی عطا کر دیا۔ جنسی یگانگت کے علاوہ دونوں کے دلوں کو محبت اور رحمت کے پاکیزہ اور پختہ تعلقات سے جوڑ دیا ہے۔ یہ سنگت صرف ان دنوں تک محدود نہیں جب صحت و شباب کا آفتاب چمک رہا ہو یا جب حالات سازگار ہوں اور بخت بیدار ہو بلکہ محبت و پیار اور شفقت و ہمدردی کا یہ رشتہ کسی صورت نہیں ٹوٹتا۔ غموں کے اندھیرے جیسے جیسے گہرے ہوتے جاتے ہیں، محبت کی یہ شمع زیادہ نور افشانی کرنے لگتی ہے۔ جب حالات ناسازگار ہوں ان کی رفاقت میں مزید پختگی آجاتی ہے۔۔۔ خود سوچیے اگر محبت کا چراغ زندگی کی اس کٹھن راہ کو روشن نہ کرتا اور رحمت کا جذبہ ایک دوسرے کی دستگیری نہ کرتا تو اس سفرِ حیات کا انجام کتنا حسرت ناک ہوتا! تو ہزار جان قربان ہو اس خالقِ کریم پر، جس نے مرد کی جنس سے عورت کو پیدا کیا اور پھر انہیں محبت اور رحمت کے رشتوں میں یوں پرو دیا کہ علیحدگی کا تصور تک پریشان کر دیتا ہے''۔

زوجین کے باہمی تعلقات کی گہرائی: اللہ تعالیٰ نے مردوں کو مخاطب کر کے فرمایا: **ھن لباس لکم و انتم لباس لھن** عورتیں تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔ اس ارشادِ خداوندی میں مرد اور عورت کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جس

طرح لباس اور جسم میں انتہائی قرب اور اتصال ہوتا ہے، شوہر اور بیوی کے درمیان بھی اسی طرح قُرب و محبت ہونی چاہیے۔ علاوہ ازیں لباس ایک پردہ ہے جو عیب چھپاتا ہے، ایک زینت ہے جو حسن و جمال کو نکھارتا ہے۔ اسی طرح ایک اچھی بیوی خاوند کے لئے پردہ پوش بھی ہوتی ہے اور زینت و راحت و سکون کا باعث بھی ہوتی ہے۔

نیک عورتوں کی صفات: اللہ تعالیٰ نے **سورۃ النساء** میں ذکر فرمایا ہے۔ **فالصالحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ** (تو نیک عورتیں اطاعت گزار ہوتی ہیں، مردوں کی غیر حاضری میں (اپنے نفس اور خاوند کے مال اور راز کی) حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں، اس لئے کہ اللہ نے (ان کی اور ان کے حقوق کی) حفاظت فرمائی ہے)۔ رسولِ پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: **خیر النساء امراۃ اذا نظرت الیھا سرتک واذا امرتھا اطاعتک و اذا غبت عنھا حفظتک فی نفسھا و مالک** بہترین بیوی وہ ہے جسے جب تو دیکھے تو مسرور ہو جائے، اسے حکم کرے تو وہ تیری اطاعت کرے اور اگر تو کہیں باہر جائے تو وہ تیری غیر حاضری میں اپنی عصمت کی اور تیرے مال کی حفاظت کرے۔ **(ابنِ جریرؒ عن ابی ھریرہؓ)**۔ آنحضرت ﷺ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: تقویٰ کے بعد صالح عورت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ شوہر اس کو جو کہے وہ مانے، شوہر جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے، اور اگر شوہر اس کو قسم دے کر کچھ کہے تو وہ اس کی قسم کو پورا کر دے۔۔۔ **(ابنِ ماجہ، کتاب النکاح)**

اگر بیوی کی کوئی بات پسند نہ ہو تو۔۔۔ رسولِ کریم ﷺ نے مردوں کو بیویوں کے معاملہ میں خوش اور راضی رہنے کا ایک نہایت عمدہ نسخہ بتا دیا۔ جو یہ ہے: اپنی بیوی میں کوئی برائی دیکھ کر اس سے نفرت نہ کرو، اگر تم غور کرو گے تو اس میں کوئی دوسری اچھی بات بھی

نکل آئے گی۔ (**صحیح بخاری و مسلم**) اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:۔

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسٰی ان تکرھوا شیئا و یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا اور اپنی بیویوں سے عمدگی کے ساتھ زندگی بسر کرو' (اور) اگر وہ تمہیں نہ بھائیں تو (صبر کرو) ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں (تمہارے لئے) خیر کثیر رکھ دی ہو)۔ صاحبِ تفسیرِ حقانی لکھتے ہیں: اگر تمہیں اپنی بیوی کی شکل وصورت یا کسی اور بات سے نفرت ہو تو دل برداشتہ ہو کر اس رشتہ کو نہ توڑو' صبر کرو' شاید اس میں کوئی خوبی بھی ہو۔ ممکن ہے کہ تمہیں کوئی چیز ناپسند ہو' تاہم اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے کوئی بڑی دینی و دنیاوی منفعت رکھ دے' اس سے اولاد صالح پیدا کر دے جو تمہارے نام کو روشن کر دے''۔

مذکورہ حدیثِ مبارکہ و آیتِ کریمہ میں ایک بڑے لطیف نکتہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے کہ ہمیشہ بے عیب دوست اور اپنے مزاج کے بالکل مطابق رفیق میسر نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص بالکل بے عیب سنگی ڈھونڈنے لگے' وہ ہمیشہ ناکام ہی رہے گا' کیونکہ کوئی انسان ایسا نہیں جس میں کوئی عیب اور کوئی ناپسندیدہ بات نہ ہو۔ اسی طرح کوئی مسلمان اچھے خصائل و عادات سے بالکل خالی بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ کسی مسلمان کے ساتھ دوستی میں اس کے خصائلِ حمیدہ کو پیشِ نظر رکھا جائے اور برے خصائل سے چشم پوشی کی جائے۔

آنحضور ﷺ کا اپنی ازواج کے ساتھ احسن ترین اور قابلِ تقلید رویہ

آنحضور ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ ایک پُر مسرت اور خوشگوار زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی بیویوں کے معاملے میں انتہائی مہربان اور ہنس مکھ تھے۔ ایک روایت میں آپؐ

نے فرمایا ''**خیرکم خیرکم لاھلہ**'' تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے سب سے بہتر ہے'' (**ترمذی' دارمی' ابنِ ماجہ**) مزید فرمایا کہ **وانا خیرکم لاھلی** اور میں اپنے اہل کے حق میں تم میں بہترین ہوں'' یعنی اپنے اہل وعیال کے ساتھ اتنا اچھا سلوک تم میں سے کوئی بھی نہیں کرتا جتنا میں کرتا ہوں۔

خاوند کی شکرگزاری اور اس کے حقوق

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جہنم کی آگ دکھائی گئی' جہنم میں ان عورتوں کی تعداد زیادہ تھی جو ناشکری کرتی ہیں۔ پوچھا گیا' کیا اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا: خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں اور اس کے احسانات کا شکر ادا نہیں کرتیں' اگر تم ساری عمر ان کے ساتھ احسان کرتے رہو اور صرف ایک دن وہ تمہاری کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھیں تو کہتی ہیں ''مجھے تم سے کوئی بھلائی نہیں پہنچی'' (**صحیح بخاری**)۔ یہ رویہ ناشکری کا عکاس ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی شخص کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی شخص کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ خاوند کا بہت زیادہ حق ہے اور کوئی عورت اس وقت تک ایمان کی لذت پا نہیں سکتی جب تک وہ اپنے خاوند کا حق ادا نہ کرے۔ (**ترمذی' مجمع الزوائد**)

حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ رسولِ پاک ﷺ نے فرمایا:۔ **ثلاثہ لا تقبل لھم صلوۃ و لاتصعد لھم حسنۃ' العبدالابق حتی یرجع الی موالیہ والمراۃ الساخط علیھازو جھاو السکران حتی یصحو** :ایسے تین شخص ہیں جن کی نماز (یا دعا) قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی نیکی اوپر (اللہ تعالیٰ کی طرف) جاتی ہے۔ ایک

بھاگا ہوا غلام جب تک وہ اپنے مالک کی طرف لوٹ نہ جائے' دوسری وہ عورت جس کا خاوند اس سے ناراض ہو جائے اور تیسرا نشہ باز' جب تک وہ ہوش میں نہ آ جائے **(مشکوٰۃ)**

ان احادیث اور روایات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہ ہوگا کہ اسلام میں نہ صرف خواتین کے حقوق پر پوری توجہ دی گئی ہے بلکہ اسلام تو عورتوں کے حقوق کی مکمل ضمانت دیتا ہے۔

اللہ ربّ العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے احکامات اور اپنے حبیب ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ

حقِ ہمسایہ

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ''خدا کی قسم! اس شخص کا ایمان (کامل) نہیں ہے آپؐ نے یہ الفاظ تین بار دہرائے' صحابہؓ نے پوچھا' یا رسول اللہ! وہ کون شخص ہے جس کا ایمان کامل نہیں ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: وہ شخص' جس کے پڑوسی اُس کی برائیوں اور اس کے شر سے محفوظ و مامون نہ ہوں''۔ **(بخاری و مسلم)**

اسلامی تعلیمات کا مقصودِ اصلی انسانیت کی اجتماعی بھلائی ہے۔ اس حوالے سے مسلمانوں کے ربطِ باہم کے لئے اقرباء اور پڑوسیوں کے حقوق پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔ **والجارذی القربی والجارِ الجنب والصاحب بالجنب** (اور اچھا سلوک کرو) پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور ہم نشین ساتھی کے ساتھ۔ **(النساء:۳۶)** قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں: ''**الجارذی القربی**'' سے مراد قربتِ مکانی (متصل ہمسایہ) یا قربت نسبی (رشتہ دار پڑوسی) یا قربتِ دینی (مسلمان ہمسایہ) ہے اور " **الجار الجنب**" کی تفسیر میں دور کے مکان والا پڑوسی یا وہ پڑوسی جو رشتہ دار نہ ہو یا وہ پڑوسی جو مسلمان نہ ہو اور صاحبِ بالجنب کی تفسیر میں ابن عباسؓ عکرمہؒ' مجاہدؒ اور قتادہؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد رفیقِ سفر ہے۔ ابنِ جریجؒ اور ابنِ زیدؒ نے فرمایا' جو نفع کی غرض سے تیرے ساتھ رہے' اس صورت میں شاگرد اور استاد بھائی مراد ہوگا۔ مگر حضرت علیؓ' حضرت عبداللہؓ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ اس سے مراد بیوی لیتے ہیں جو مرد کے پہلو کے ساتھ ہوتی ہے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک ہمسایہ وہ ہے جس کا ایک حق ہے اور وہ ہے کافر ہمسایہ' ایک ہمسایہ وہ ہے جس کا دوہرا

حق ہے اور وہ ہے مسلمان ہمسایہ۔ ایک ہمسایہ وہ ہوتا ہے جس کے حقوق تین گنا ہوتے ہیں' یہ وہ پڑوسی ہے جو رشتہ دار بھی ہو'۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جبریلؑ ہمیشہ مجھے ہمسایہ کے متعلق وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ ہمسایہ کو وارث بنا دیں گے۔ **(متفق علیہ)**۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں: **ان خلیلی اوصانی اذا طبخت مرقا فاکثر ماء ہ ثم انظر اھل بیت من جیر انک فاصبھم منھا بمعروف.** ''میرے خلیل (دوست) ﷺ نے مجھے یہ وصیت کی کہ جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ رکھو' پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والوں کو دیکھو اور اچھی چیز ان کی طرف بھیج دو''۔ علامہ خطابیؒ کہتے ہیں: ''آپؐ نے جو فرمایا ہے کہ سالن پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ رکھو' یہ امرِ استحباب ہے' اس میں حسنِ سلوک کی ہدایت دی گئی ہے' اس عمل سے ہمسایوں کی الفت اور محبت حاصل ہوگی اور پڑوسیوں کی ضروریات پوری ہوں گی کیونکہ پڑوسی کبھی اپنے ضعف' کثرتِ عیال اور تنگ دستی کی وجہ سے سالن پکانے پر قادر نہیں ہوتا اور کبھی اس کے پڑوس میں یتیم بچے اور بیوائیں ہوتی ہیں''۔

رسولِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ پڑوسی کا اکرام کرے''۔ ایک مرتبہ صحابہء کرامؓ نے عرض کی: ''یارسول اللہؐ! فلاں عورت ہمیشہ روزہ رکھتی ہے اور رات بھر عبادت میں محو رہتی ہے لیکن ہمسایوں کو تکلیف دیتی ہے۔'' آپؐ نے فرمایا: ''اس کو دوزخ میں سزا ملے گی''۔ صحابہؓ نے ایک دوسری عورت کا حال سنایا جو صرف نماز پڑھتی تھی اور معمولی صدقہ دیتی تھی مگر کسی کو ستاتی نہ تھی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا ''یہ عورت جنتی ہوگی''۔ حدیثِ پاک میں وارد ہے کہ چالیس گھروں تک جو لوگ رہتے ہیں وہ ہمسایوں میں داخل ہیں۔

پڑوسیوں میں محبت و مودت کی استواری کا بہترین ذریعہ باہم ہدیوں اور تحفوں کا تبادلہ ہے۔ آنحضرت ﷺ خود اپنی بیویوں کو اس کی تاکید فرمایا کرتے' اسی بنا پر ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے پوچھا' یارسول اللہ ﷺ میرے دو پڑوسی ہیں تو میں ان میں سے کس کے پاس بھیجوں؟ فرمایا: ''جس کے گھر کا دروازہ تمہارے گھر کے زیادہ قریب ہو''۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الادب)

ان تحفوں کو بھیجنے کا زیادہ موقع عورتوں کو پیش آتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ ان کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اے مسلمانوں کی بیویو! تم میں کوئی پڑوسن اپنے پڑوسن کے لئے کوئی چیز حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کُھر ہی کیوں نہ ہو''۔ آپؐ نے یہ نصیحت دونوں یعنی تحفہ بھیجنے والی اور تحفہ پانے والی خواتین کے لئے فرمائی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نہ ہی کوئی عورت اپنے تحفہ کو معمولی و حقیر سمجھ کر اپنی پڑوسن کو بھیجنے سے رُکے اور نہ ہی دوسری عورت اس کو ادنیٰ سمجھ کر ٹھکرا دے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں: **قال رسول اللہ ﷺ واللہ لا یومن واللہ لایومن و اللہ لا یومن قیل من یارسول اللہ قال الذی لایامن جارہ بوائقہ** (رسول کریم ﷺ نے فرمایا' خدا کی قسم! اس شخص کا ایمان کامل نہیں ہے۔ (آپؐ نے یہ الفاظ تین بار دہرائے)' صحابہؓ نے پوچھا' یارسول اللہؐ! وہ کون شخص ہے۔ (جس کا ایمان کامل نہیں ہے) حضورؐ نے فرمایا ''وہ شخص جس کے پڑوسی اُس کی برائیوں اور اس کے شر سے محفوظ و مامون نہ ہوں **(بخاریؒ و مسلمؒ)**۔ ایک مسلمان کے لئے یہ بات ہرگز مناسب نہیں کہ وہ خود تو آرام سے رہے اور اپنے پڑوسی کے رنج و غم کی پروانہ کرے۔ آنجناب ﷺ نے فرمایا: ''وہ مومن نہیں جو خود امیر ہو اور اس کا پڑوسی اُس کے پہلو میں بھوکا رہے''۔

(مشکوٰۃ از بیہقی، صحیح بخاری: ادب المفرد)

رسولِ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: **ان اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا** ''یقیناً مومنوں میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کا خلق سب سے اچھا ہے''۔ انسان کی خوش خلقی اور بدخلقی کا سب سے بڑا معیار یہ ہے کہ اس کو وہ اچھا کہے جو اس کے سب سے زیادہ قریب ہو۔ ایک دن صحابہ کرامؓ نے پوچھا' یارسول اللہ! ہمیں کیسے معلوم ہو کہ ہم اچھا کر رہے ہیں یا بُرا؟ آپؐ نے فرمایا'' جب اپنے پڑوسی کو اپنے متعلق اچھا کہتے سنو تو سمجھو کہ اچھا کر رہے ہو اور جب بُرا کہتے سنو تو سمجھو کہ بُرا کر رہے ہو۔ **(سنن ابنِ ماجہ)**

امام غزالیؒ ''**کیمیائے سعادت**'' میں رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے) فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ہمسایہ کے کیا حقوق ہیں؟ پھر آپؐ نے حقوقِ ہمسایگاں پر خطبہ ارشاد فرمایا اور ان حقوق کا علی الترتیب ذکر فرمایا:۔

۱۔ اگر اسے مدد کی ضرورت ہو تو اس کی مدد کی جائے۔

۲۔ اگر وہ کچھ قرض مانگے تو اسے دو۔

۳۔ اگر وہ غریب ہو تو اس کی حاجت روائی کی جائے۔

۴۔ بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرو اور اگر مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔

۵۔ اگر اسے کوئی خوشی و مسرت حاصل ہو تو اس میں شریک ہو کر اسے مبارک باد دو اور اگر اس پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے تو اس کے غم میں شریک رہو۔

۶۔ اپنے گھر کی دیوار اتنی اونچی نہ کرو کہ اس کے گھر میں ہوا کی آمد و رفت بند ہو جائے۔

۷۔ اگر کوئی پھل (وغیرہ) اپنے ہاں لاؤ تو اس کے ہاں بھی بھجواؤ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو ان سے پوشیدہ رکھو۔

۸۔ اپنے بچوں کو اس بات کی اجازت نہ دو کہ وہ ہمسائے کے بچوں کو تنگ کریں۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: جانتے بھی ہو ہمسائے کا تم پر کتنا حق ہے؟ قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے' ہمسائے کا حق وہی ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے''۔

پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک میں صرف یہ نہیں کہ وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے بلکہ جہاں تک ہو سکے اپنی ہمت و طاقت کے بل بوتے پر کسی ظالم و سرکش کو ظلم و زیادتی سے روک دے جیسا کہ حضور رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں:۔ **المسلم اخو المسلم لایظلمه ولا یسلمه من کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه کربة من کربات یوم القیامة ومن ستر مسلما ستره الله یوم القیامة**: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے دشمن کے حوالے کرتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے' جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف دور کرتا ہے تو اللہ قیامت کے روز اس کی پریشانی دور فرمائے گا' اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا''۔

ڈاکٹر عبداللہ ناصح اپنی تصنیف '' **تربیت الاولاد فی الاسلام**'' میں راقم ہیں: کوفہ میں امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک پڑوسی تھا' جب وہ شام کو اپنے کام سے واپس آتا تو گھر میں یہ شعر پڑھتا:

اضاعونی وای فتی اضاعوا لیوم کریمته و سدا ثغر

انہوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کیسے زبردست نوجوان کو انہوں نے گم کر دیا' مصیبت کے دن

اور سرحد کی حفاظت کے لئے کام آنیوالے کو۔ امام صاحبؒ اس کے اس شعر کو اکثر سنا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اتفاقاً پہرہ داروں نے اس پڑوسی کو پکڑ کر قید کر لیا' اس رات امام صاحبؒ کو اس کی آواز سننے میں نہیں آئی۔ دوسرے دن انہوں نے تحقیق کی تو پتا چلا کہ اسے قید کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ آپؒ حاکمِ وقت عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس گئے اور ان سے پڑوسی کے آزاد کرنے کی درخواست کی۔ انہوں نے اسے فوراً آزاد کر دیا۔ جب وہ نوجوان قید سے باہر آیا تو امام صاحبؒ نے اُسے بلایا اور چپکے سے کہا: اے نوجوان! کیا ہم نے تمہیں ضائع و برباد کر دیا؟ اس نے کہا: بالکل نہیں! آپ نے تو بہت احسان و اکرام کیا' پھر یہ شعر پڑھا۔

وما خزنا انا قلیل و جارنا

عزیز و جار الا کثرین ذلیل

(ہمیں اس سے کچھ نقصان نہیں کہ ہم کم ہیں اور ہمارے پڑوسی زبردست ہیں اور اکثر لوگوں کے پڑوسی معمولی و ذلیل ہوتے ہیں)۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کعبۃ اللہ کے قریب سوئے ہوئے تھے' انہوں نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے آسمان سے اترے اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ایک فرشتے نے کہا: کچھ پتا ہے اس سال کتنے لوگ حج پر آئے ہیں؟ دوسرے فرشتے نے کہا: ''چھ لاکھ اللہ کے بندے اس سال حج کرنے آئے ہیں۔ (عبداللہ ابن مبارکؒ بھی مرو سے حج ہی کے لئے گئے تھے)۔ پہلے فرشتے نے پوچھا: کتنوں کا حج قبول ہوا؟ جواب ملا: کیا معلوم کسی کا حج قبول ہوا بھی یا نہیں۔ یہ جواب سن کر ابنِ مبارکؒ کو بڑا افسوس ہوا' اتنے سارے لوگ نہ جانے کہاں کہاں سے کتنی بڑی بڑی مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھا کر آئے ہیں' ان بیچاروں کی محنت یوں ہی رائیگاں چلی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تو کسی کی محنت بیکار نہیں جانے دیتا۔ ابن

مبارکؒ ان سوچوں میں گم تھے کہ اچانک انہوں نے دوسرے فرشتے کی آواز سنی: دمشق میں ایک موچی رہتا ہے' اس کا نام علی ابن الموفق ہے' وہ حج کو نہیں آ سکا لیکن بارگاہِ رب العزت میں اس کی نیت قبول ہو چکی ہے' اُسے نہ صرف حج کا ثواب ملے گا بلکہ اس کے طفیل سب حاجیوں کا حج قبول ہوگا۔ ابنِ مبارک خواب سے اٹھے تو دمشق جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تا کہ اللہ کے اس بندے سے ملاقات کر سکیں' جس کی فقط نیت کا اتنا بڑا اجر ہے۔ دمشق پہنچ کر ابن مبارکؒ اس کے گھر پر پہنچے۔ آواز دی' ایک شخص نکلا جس سے آپؒ نے نام پوچھا! جواب ملا۔ علی بن الموفق! آپؒ نے پوچھا: آپ کیا کام کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا' موچی ہوں۔ باتیں شروع ہوئیں تو ابن مبارکؒ جو اس وقت کی بڑی نامور شخصیت تھے اور جنہیں محدثین میں ممتاز مقام حاصل تھا' نے اپنا تعارف کرایا اور اس سے یوں گویا ہوئے' کچھ اپنا حال تو سنایئے۔ ان کا نام سن کر وہ اپنا حال بتانے پر تیار ہو گیا اور اس نے کہا: یا حضرت! تقریباً تیس سال ہو گئے ہیں' اس آرزو میں جی رہا ہوں کہ اللہ کے گھر کی زیارت کروں گا۔ اس دوران میں نے ایک ایک درہم جوڑ کے تین ہزار درہم اکٹھے کر لئے تھے اور الحمدللہ اس سال میری اتنی استطاعت تھی کہ میں حج پر جا سکوں۔ اللہ کی مرضی' میں اپنی نیت پوری نہ کر سکا۔ حضرت عبداللہ نے پوچھا کوئی بات تو ہوگی جس کی وجہ سے آپ نہ جا سکے۔ حضرت عبداللہؒ کے بے حد اصرار پر اس نے بتایا: ''میرا ایک ہمسایہ ہے' ایک دن میں اس کے پاس گیا' وہ لوگ کھانے پر بیٹھنے والے تھے' اس نے مجھ سے کہا: افسوس! ہم تمہیں اپنے ساتھ شریک نہیں کر سکتے۔ گردشِ ایام نے مجھے نہایت تنگ دست کر دیا ہے' مفلسی نے گھر میں ڈیرے جما لئے ہیں' پچھلے تین روز سے میرے بچے بھوکے تھے' مجبوراً میں جنگل گیا تا کہ کھانے کی کوئی چیز مل سکے' وہاں ایک مردار گدھا مل گیا' یہ سالن اسی گوشت کا ہے۔ تم اسے

نہیں کھا سکتے' تمہارے لئے یہ حرام ہے۔علی بن الموفق نے کہا: یہ سن کر میرے آنسو بہنے لگے' میں نے انہیں کہا۔خبردار! اس سالن کو ہاتھ بھی نہ لگائیں۔میں نے فوراً گھر سے وہ تین ہزار درہم اٹھائے جو حج کے لئے اکٹھے کر رکھے تھے اور لا کر اس کے حوالے کئے۔میں بھی فاقے کر کے حج کے لئے رقم بچاتا تھا لیکن مجھے خیال آیا کہ اپنے پڑوسیوں کی زندگی بچانا بھی حج سے کم نہیں۔فرشتے نے جو کچھ کہا تھا' اس کی حقیقت حضرت عبداللہؒ کو معلوم ہو گئی' ان سے رہا نہ گیا' انہوں نے اپنے خواب کا سارا واقعہ حضرت علی بن الموفق کو سنا دیا۔

مجدد العصر حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ فرماتے ہیں: حضرت بایزید بسطامیؒ کا ایک آتش پرست ہمسایہ تھا' ان کے انتقال کے بعد دوسرے مسلمانوں نے اس کو اسلام کی دعوت دی اور حضرت بایزیدؒ کے حسنِ خاتمہ کو اسلام کی فضلیت پر شاہد بنایا۔اس نے جواب میں کہا: ''جو اسلام بایزیدؒ میں تھا اُس کے حقوق ادا کرنا مشکل ہے اور میں بجا نہیں لا سکتا' مجھے اس کا اچھی طرح علم ہے کیونکہ میں اُن کا ہمسایہ تھا' اُن کا مکان میرے مکان کے نیچے ہے۔میں ہمیشہ اپنے گھر کا کوڑا کرکٹ اکٹھا کر کے اُن کو ایذا دینے کے لئے اوپر سے ان کے صحن اور راستے میں پھینک دیتا تھا مگر کبھی انہیں غصہ آتے نہیں دیکھا۔ایک دن تو میں نے نجاست کی بالٹی بھی اُن پر پھینک دی' ان کا سر ڈاڑھی اور کپڑے سب آلودہ ہو گئے مگر انہوں نے بلا شکایت و حکایت حمام میں جا کر غسل کیا' پھر اپنے شغل میں مشغول ہو گئے۔اس کے برعکس تم لوگوں کا جو اسلام ہے اس میں سوائے دوسروں کی دل آزاری کے اور کچھ نہیں۔ایسے اسلام کا حلقہ بگوش ہونے سے گبر ہی بہتر ہوں''۔

اللہ ربّ العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے حبیبِ پاک ﷺ کے صدقے حقوقِ ہمسائیگاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔**آمین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ**

خدمتِ خلق

اللہ تعالیٰ ستّار و غفّار ہے' وہ منصف و عادل ہے' وہ رحم اور کرم کرنے والا ہے اور جو بندے اس کی مخلوق کی پردہ پوشی کرتے ہیں' ان سے عدل و انصاف کرتے ہیں' ان سے محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں پسند فرماتا ہے۔اسلام دینِ برحق ہے اور ہمیں ان سب باتوں کی تعلیم دیتا ہے جو پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں مقبول ہیں اور جو اس ذات کی کریمانہ اور رحیمانہ صفات کی عکاس ہیں۔قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبویہ ﷺ میں متعدد بار اس امر کی تاکید اور تلقین کی گئی ہے کہ اللہ کے حاجت مند بندوں کی حتی المقدور امداد کرو اور ان کی ضرورتوں کو پورا اور مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرو۔آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: '' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک بندے سے پوچھے گا'' **یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی** '' اے ابنِ آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے کھانا نہ کھلایا۔اس پر بندہ عرض کرے گا کہ اے اللہ تو خود تمام مخلوق کا کفیل ہے' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو کھانا مانگے؟ اس پر باری تعالیٰ کا ارشاد ہو گا: تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اس کو کھانا نہ کھلایا اگر اس کو کھانا کھلا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔

(مسلم بن حجاج قشیریؒ۔صحیح مسلم)

حضور نبی ءکریم ﷺ نے ایمان کا ایک بنیادی اصول اور تقاضا یہ بتایا کہ جو چیز تم خود پسند کرتے ہو جب تک وہی چیز دوسروں کے لئے بھی پسند نہیں کرو گے' کامل الایمان نہیں کہلا سکو گے۔فرمایا: **لایومن احد کم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ**'' (تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک کامل ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے

وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے)۔(**صحیح بخاری' کتاب الایمان**)

حاجت مندوں کی حاجت براری' ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنا' اگر ہمت وطاقت میں ہوتو اس کو دینا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا: **من کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه کربة من کربات یوم القیامة**(جوشخص اپنے مسلمان بھائی کی کسی ضرورت وحاجت کو پورا کرنے میں لگا رہے گا' اللہ اس کی حاجت وضرورت کو پورا فرمائے گا' جس نے کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کی اللہ تعالیٰ قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو اس سے دور فرمائے گا)۔(**صحیحین**)

حاجت مندوں اور سائلین کے حقوق کا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جا بجا ذکر فرمایا ہے۔ ''**سورۃ معارج**'' میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ **والذین فی اموالهم حق معلوم للسائل والمحروم** (اور جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک حق مقرر ہے) پیر کرم شاہؒ اس آیت کے ذیل میں رقمطراز ہیں: وہ مال کو اپنی ذات کے لئے مخصوص نہیں کرتے بلکہ انہوں نے اس میں خاص حصہ مقرر کر رکھا ہے جو وہ سائلوں اور محروموں کو دیتے ہیں۔ سائل سے مراد مانگنے والا' محروم سے مراد وہ شخص ہے جو از حد ضرورت مند ہونے کے باوجود کسی سے مانگ نہ سکتا ہو' نہ کسی کے سامنے دست دراز کر سکتا ہو' یعنی ان لوگوں کو ایسے لوگوں کی تلاش رہتی ہے' وہ رات کے اندھیروں میں ان کے گھر جاتے ہیں اور لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر ان کی امداد کرتے ہیں)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت مجاہدؒ امام شعبیؒ اور حضرت خفیؒ اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک حصہ مقرر کر رکھا ہے جسے وہ

ان کا حق سمجھ کر ادا کرتے ہیں!

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''جو شخص رات یا دن کی کسی ایک ساعت اپنے بھائی کا کوئی کام کرے گا خواہ اس کا کام پورا ہو یا نہ' یہ اس کے لئے دو مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہوگا۔'' حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ بیان کرتے ہیں: ''ہمارے سجادہ نشین اور مشائخ حضرات کے لئے ضروری ہے کہ وہ آنے والے لوگوں کے لئے اپنی مصروفیات ترک کر دیں کیونکہ اہلِ سلوک کے ہاں ضرورت مندوں کی بات سننا اور ان کی ضرورت پوری کرنا' اوراد اور وظائف سے زیادہ فضیلت کی حامل بات ہے۔'' حضرت بابا صاحبؒ اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضرت ابو سعیدؒ مکہ مکرمہ کے ایک بزرگ کے پاس ایک ضرورت کے تحت گئے۔ صاحبِ مذکور اوراد ووظائف میں مشغول تھے چنانچہ آپؒ کو بغیر ملاقات واپس لوٹنا پڑا۔ آپؒ شکستہ دل اور مغموم حالت میں نبیء رحمت ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نورِ رسالت کی روشنی میں حضرت ابو سعیدؒ کے احوالِ دل کو پڑھ لیا۔ آپؐ نے پوچھا ابو سعیدؒ پریشان کیوں ہو؟! انہوں نے بتایا: مجھے ایک ضرورت تھی' فلاں بزرگ کے پاس گیا وہ اوراد میں مشغول تھے۔ میں بغیر عرض کئے لوٹ آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے لئے ضروری امر تو یہ تھا کہ ترکِ اوراد کر کے تمہاری بات سنتا اور تمہاری ضرورت پوری کرنے کے بعد وظائف شروع کرتا' پس اس نے اچھا نہ کیا''۔

(شیخ بدرالدین اسحاق: اسرارالاولیاء' ملفوظات حضرت بابا صاحبؒ)

حضرت ابوبکر شبلیؒ کا یہ معمول تھا کہ دورانِ تلاوتِ قرآنِ پاک اگر کوئی ضرورت مند آجاتا تو کلامِ پاک کی تلاوت کو چھوڑ کر اس کی بات سنتے اور جب تک وہ بیٹھا رہتا آپؒ

اس سے مصروفِ گفتگو رہتے۔اس کے جانے کے بعد پھر اپنے شغل میں لگ جاتے۔
حضرت خواجہ شمعون محبؒ کہتے ہیں: انسان اس وقت تک ولی اللہ کیسے بن سکتا ہے جب کہ عرشِ الٰہی چل کر اس کے دروازے پر آئے اور حاجت لائے اور انسان اپنے مقدور کے مطابق اسے پورا نہ کرے۔خواجہ شمعونؒ کے نزدیک عرش الٰہی سے مراد مومن کا دل ہے۔ حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ **قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ**۔مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ: آنجناب ﷺ کو ضرورت مند لوگوں کا کتنا احساس تھا اور کس قدر ان کی خیر خواہی اور ضروریات پوری فرماتے' اس کا اندازہ حافظ ابن کثیرؒ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس مشاہدے سے لگایا جاتا ہے کہ ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کپڑے کے ایک تاجر سے چار درہم میں ایک قمیض خریدی' اسے زیب تن فرما کر باہر نکلے تو اچانک ایک انصاری آدمی سامنے آیا اور عرض کی یارسولؐ اللہ! مجھے ایک قمیض پہنائیے۔(غالباوہ ننگے جسم تھا)۔اللہ تعالیٰ آپؐ کو جنت کے کپڑوں میں سے قمیض پہنائے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور تو کوئی قمیض تھی نہیں' وہی قمیض اتاری اور اس انصاری کو پہنادی۔پھر دوبارہ دکان پر تشریف لے گئے اور وہاں سے اپنے لئے مزید ایک قمیض چار درہم میں خریدی' تاہم ابھی آپؐ کے پاس دو درہم باقی تھے۔دکان سے نکل کر چلے تو راستے میں ایک کنیز کو روتے دیکھا' دریافت کیا'' کیوں رو رہی ہو؟'' اس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے گھر والوں نے آٹا خریدنے کے لئے مجھے دو درہم دیئے تھے وہ درہم مجھ سے ضائع ہو گئے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے بقیہ دو درہم اسے عنایت فرما دیئے اور فرمایا: ان سے آٹا خرید لو۔آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم جب

وہاں سے چلے تو وہ پھر رونے لگی۔فرمایا: اب کیوں روتی ہو جب کہ تمہیں دو درہم مل گئے ہیں؟ اس نے عرض کی' اس خوف سے کہ شاید گھر والے دیر ہونے سے کی وجہ سے مجھے ماریں۔آپؐ نے فرمایا' چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں' چنانچہ آپؐ اس کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے گئے۔دروازے پر پہنچ کر السلام علیکم کہا تو گھر والوں نے آپؐ کی آواز مبارک کو پہچان لیا مگر جواب نہ دیا یا بالکل آہستہ دیا کہ سنائی نہ دیا۔آپؐ نے دوبارہ سلام فرمایا تو دوسری دفعہ بھی انہوں نے جواب نہ دیا یا بالکل آہستہ دیا کہ سنائی نہ دیا جا سکے۔آپؐ تیسری مرتبہ سلام فرما کر لوٹنے لگے تو انہوں نے سلام کا جواب عرض کیا اور حاضرِ خدمت ہوئے۔آپؐ نے فرمایا: تم نے پہلی مرتبہ میرا سلام نہیں سنا تھا؟ وہ عرض کرنے لگے کیوں نہیں' یقیناً سنا تھا۔مگر ہم نے چاہا کہ اس بہانے آپؐ اپنی زبان مبارک سے مزید ہم پر سلام فرمائیں گے اور یوں مدعا پورا ہو گیا۔اب ارشاد فرمایئے' میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں' آپ ﷺ نے کس طرح قدم رنجہ فرمایا۔اس پر حضورؐ نے فرمایا' تمہاری اس لونڈی کو ڈر تھا کہیں تم اسے دیر ہونے پر سزا نہ دو' اس لئے اسے کچھ نہ کہنے کی سفارش کرنے کے لئے آیا ہوں۔اس لونڈی کے مالک نے عرض کی' یارسولؐ اللہ! مارنا تو دور کی بات ہے' میں آج سے اسے اللہ کی رضا کی خاطر ہمیشہ کے لئے آزاد کرتا ہوں کیونکہ آپؐ اس کے ساتھ چل کر تشریف لے آئے ہیں۔آپؐ نے ان گھر والوں کو اس احسان پر نیکی اور جنت کی بشارت دی۔**(البدایہ والنہایہ لابن کثیر)**

اہلِ سیر نے آنجناب ﷺ کی اس قسم کی بے شمار مثالیں بیان فرمائی ہیں جن میں آپؐ دوسروں کی ضروریات کا خیال رکھتے اور ان کی حاجت براری فرماتے۔امام ابنِ سعدؒ **''طبقات ابنِ سعد''** میں کہتے ہیں: ''خبابؓ بن ارت ایک صحابی تھے۔ایک دفعہ آپؐ نے

ان کو کسی مہم پر بھیجا۔ خبابؓ کے گھر کوئی مرد نہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا۔ اس بنا پر آپؐ ہر روز ان کے گھر جاتے اور دودھ دوہ دیا کرتے۔''

کسی محتاج وغریب کی سفارش کرنا سنتِ رسولؐ میں شامل ہے' حافظ محمد سعد اللہ ''بنیادی ضروریاتِ زندگی اور اسلام'' میں لکھتے ہیں: ایک غریب صحابی حضرت جابرؓ کے والد عبداللہ بن حزمؓ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے۔ انہوں نے مدینہ منورہ کے ایک سرمایہ دار یہودی (ابوشحم) سے تیس وسق قرض لے رکھا تھا۔ اتفاقاً حضرت جابرؓ کی کھجوریں کم پھل لائیں جس سے یہودی کا قرض پوری طرح ادا نہیں ہو سکتا تھا۔ یہودی نے تقاضا کیا۔ حضرت جابرؓ نے سارا قصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ سنایا کہ آپؐ ان کی سفارش فرمائیں۔ آپؐ نے اس غریب آدمی کی سفارش کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کی۔ آپؐ یہودی کے گھر تشریف لے گئے' اس سے جابرؓ کے لئے بات کی اور فرمایا تو اپنے قرض کے بدلے جابرؓ کے باغ کی ساری کھجوریں لے لے اور اسی پر اکتفا کر لے۔ یہودی جس کا دین وایمان ہی پیشہ ورانہ تھا نہ مانا' اور حضورؐ کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ آپؐ کے پاس بھی کوئی چیز نہ تھی۔ اب سوائے اس کے کوئی صورت نہ تھی کہ نبوت کے کمال وجلال کا تھوڑا سا اظہار کیا جائے اور یوں جابرؓ کو قرض کی مصیبت سے نجات دلائی جائے۔ آپؐ جابرؓ کے باغ میں داخل ہوئے اور درختوں کے درمیان چلے پھرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اللہ کریم نے زبردست تاثیر اور برکت رکھی تھی۔ آپؐ نے جابرؓ سے فرمایا اب کھجور اتارو اور اس یہودی کا ۳۰ وسق قرض (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع تقریباً چار سیر کا) پورا کرو۔ حضورؐ کی واپسی کے بعد حضرت جابرؓ نے کھجوریں اتاریں۔ یہودی کو تیس وسق کھجوریں دینے کے بعد بھی سترہ وسق کھجوریں بچ گئیں۔ حضرت جابرؓ ساری خبر دینے کے

لئے حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپؐ اس وقت نماز عصر پڑھا رہے تھے۔ فارغ ہوئے تو جابرؓ نے سارا واقعہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا' یہ واقعہ حضرت عمرؓ کو بھی بتا دو (تاکہ اس عاشقِ زار کے کلیجے کو بھی ٹھنڈک پہنچے اور ان کی روح وایمان کو تازگی ملے)۔ جابرؓ گئے اور حضرت عمرؓ کو بھی خبر دی۔ اس پر انہوں نے فرمایا: **لقد علمت حین مشیٰ فیھا رسول اللہ علیہ وسلم لیبارکن فیھا** ۔ مجھے اسی وقت یقین ہو گیا تھا جب آپؐ باغ میں چلے تھے کہ کھجوروں میں ضرور برکت ہو گی۔ (صحیح بخاری' کتاب فی الاستقراض)

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضورؐ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا' جتنی کھجوریں اتریں ہر قسم کی الگ الگ ڈھیری بنا دو۔ پھر مجھے اطلاع کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضورؐ تشریف لے گئے۔ کھجوروں میں برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد عجوہ کھجور کی ڈھیری پر ہاتھ پھیر کر درمیان میں جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: اپنے قرض خواہ کو بلاؤ۔ ابوشحم آیا۔ آپؐ نے فرمایا' اپنا قرض پورا کر کے لے لو۔ ایک ہی ڈھیری سے اس کے تیس وسق پورے ہو گئے۔ باقی سب قسمیں جوں کی توں پڑی رہیں۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں بقیہ کھجوروں میں سے ہم نے فروخت بھی کیں اور سال بھر کھائیں بھی۔ حالانکہ میں کہا کرتا تھا کہ اگر اصل باغ بھی بیچ دوں تو یہودی کا قرض پورا نہ ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح قرض ادا کرنے کا انتظام فرما دیا۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ

تو کر دوسروں کی روا حاجتیں
کہ بر لائے تیری خدا حاجتیں

اللہ ربّ العزت سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے اور اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ **آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ**

صلہ رحمی

واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا

اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتہ داروں کا لحاظ رکھو۔ بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔ **(النساء:۱)**

انسانی زندگی رشتوں ناطوں کا تانا بانا ہے۔ کوئی بھی شخص معاشرے سے کٹ کر خوشگوار اور بامقصد زندگی نہیں گزار سکتا۔ کہ: **"بنی آدم اعضائے یک دیگراند"** یعنی بنی آدم ایک دوسرے کے ساتھ یوں وابستہ ہیں جیسے انسانی جسم کے اعضا۔ دیکھا جائے تو اسلام بھی ہمیں مختلف طریقوں اور عبادات کی ادائیگی سے یہی تعلیم دیتا ہے کہ ہم محبت و مروت سے رہیں، ایک دوسرے کا احترام کریں، باہم حقوق کا لحاظ رکھیں، کوئی رنجش ہو جائے تو جلد از جلد رفع کر لیں تاکہ باہمی روابط اور تعلقات میں تلخی نہ رہے۔ ہمیں چاہیے کہ سب شیر وشکر ہو کر زندگی گزاریں۔ اس نقطۂ نظر سے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اخوت اور شفقت کا درس دیا ہے، خوشگوار مراسم کی تلقین کی ہے۔ مندرجہ بالا آیتِ پاک کے ذریعہ باہمی روابط بڑھانے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: **"الرحم اسم لکافۃ الاقارب:** "رحم سے مراد ہر قسم کے رشتہ دار ہیں" امام بخاریؒ و امام مسلمؒ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں: رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: "**من احب ان یبسط لہ فی رزقہ و ینسالہ فی اثرہ فلیصل رحمہ** "جو شخص یہ پسند کرے کہ اس کا رزق بڑھا دیا جائے اور اس کی عمر دراز کر دی جائے تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے"۔ امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی ءکریم ﷺ نے فرمایا: **لایدخل الجنۃ قاطع قال ابن ابی عمرؓ قال سفیانؒ یعنی قاطع رحم** . قاطع (رشتہ داروں سے تعلق توڑنے والا) جنت

میں داخل نہیں ہوگا۔ ابن ابی عمرؒ فرماتے ہیں کہ سفیان نے فرمایا کہ قاطع سے مراد قاطعِ رحم ہے۔ قاضی عیاضؒ کا ارشاد ہے: "اس پر اتفاق ہے کہ فی الجملہ صلہ رحم کرنا واجب ہے اور قطعِ رحم کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ البتہ صلہ رحمی کے مختلف درجات ہیں جو بعض بعض سے ارفع ہیں۔ صلہ رحم کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ ترکِ تعلق کو ختم کیا جائے خواہ وہ سلام کے ذریعہ ہو، ائمۂ صالحین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ جس "رحم" کا صلہ واجب ہے اس کی حد کیا ہے؟ ایک قول کے مطابق ہر وہ رشتہ جس سے نکاح حرام ہو، ان سے صلہ رحمی واجب ہے۔ جب کہ دوسرے قول کے مطابق تمام "ذوی الارحام" کے ساتھ صلہ رحمی کرنا واجب ہے۔ قاضی عیاض مالکیؒ کے مطابق "ذوی الارحام" میں وہ سب رشتہ دار شامل ہیں جو وراثت میں حصہ لے سکتے ہیں۔ دوسرا قول صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ کئی احادیثِ مبارکہ میں باپ کے دوستوں سے بھی حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ وہ محرم نہیں ہیں۔" حضرت ابوبکرؓ روایت کرتے ہیں: رسولِ پاک ﷺ نے فرمایا: "سرکشی اور قطعِ رحمی دونوں ان گناہوں میں شامل ہیں جن کا ارتکاب کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دنیا میں سزا دیتے ہیں" **(ابوداؤد)** ان مذکورہ احادیثِ مبارکہ سے یہ بات بڑی واضح ہے کہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا نہایت فضیلت کا حامل ہے، جب کہ قطع رحمی کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہے۔ ہمارے معاشرے میں عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ عامۃ المسلمین سے اتنے تعلقات خراب نہیں ہوتے جتنے رشتے داروں سے ہو جاتے ہیں۔ ذرا سی بات کو اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے کہ اصل حقیقت بالکل چھپ جاتی ہے۔ نتیجتاً باہم دعا و سلام تک ختم ہو جاتی ہے بلکہ بعض اوقات یہاں تک اعلان کر دیا جاتا ہے کہ اب ہمارا ان کے ساتھ میل جول ہی نہیں حقہ پانی بھی بند ہے۔

درحقیقت رشتے داروں کے ساتھ تعلقات نبھانے کے لئے بڑے حوصلے اور صبر و تحمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ بسا اوقات فریقین میں سے کوئی بھی ارادی طور پر دوسرے کے ساتھ بدسلوکی نہیں کرتا بلکہ جہالت اور غلط فہمی کی بنا پر ایک بات بڑھتے بڑھتے بہت دور تک جا پہنچتی ہے۔ یہاں تک کہ نوبت لڑائی جھگڑے تک آ جاتی ہے۔ ان لمحات میں ہمیں اپنے حبیبِ پاک ﷺ کے احکامات کو سامنے رکھنا چاہئے۔ رسولِ پاک ﷺ نے یہ بات وضاحت سے فرمادی ہے: ہم ان رشتہ داروں سے صلہ رحمی کریں جو ہم سے صلہ رحمی نہیں کرتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ! میرے بعض رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں' میں اُن کے ساتھ نیکی کرتا ہوں وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں' میں ان کے ساتھ بردباری سے پیش آتا ہوں وہ میرے ساتھ جہالت آمیز سلوک کرتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم درحقیقت ایسا ہی کرتے ہو جیسا کہ تم نے کہا ہے تم تو ان کو گرم راکھ کھلا رہے ہو اور جب تک تم اس روش پر رہو گے' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلے میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔ علامہ غلام رسول سعیدی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''جو شخص قطعِ رحم کرنے والے کے ساتھ رحم کرتا ہے وہ ان کو (جلتی ہوئی) گرم راکھ کھلا رہا ہے' اس جلتی ہوئی راکھ کھانے کو اس عذاب سے تشبیہ دی ہے جو قطعِ رحم کرنے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوگا۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کرنے والے کی مسلسل نیکیوں اور بدکار کی مسلسل جفاؤں سے وہ دل میں جلتا ہے اور اپنی بدسلوکی کا احساس کر کے اپنی حقارت محسوس کرتا ہے جیسے کسی کے منہ پر جلتی ہوئی آگ ڈال دی ہو۔ نیز اس حدیث میں ہے: ''جب تک تم اس روش پر رہو گے اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں تمہارا مددگار رہے گا''۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی جفا کے

مقابلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں صبر کی توفیق دے کر تمہاری مدد کرے گا اور دنیا و آخرت میں تمہارا درجہ بلند فرمائے گا''۔ قارئینِ کرام! پچھلے چند مضامین میں تواتر کے ساتھ حقوق العباد کا ذکر کیا گیا ہے جن میں عامۃ المسلمین' والدین' اولاد اور اقربا کے حقوق بیان کئے گئے ہیں۔ اب یہاں اُن حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا تعلق والدین اور عزیز و اقارب سے مرنے کے بعد قائم رہتا ہے۔ حضرت مالک بن ربیعہؓ ساعدی بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ''یا رسول اللہ! میرے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں۔ کوئی ایسی صورت بتائیں کہ میں اپنے والدین کے ساتھ نیکی کر سکوں''۔ آپؐ نے فرمایا: چار طریقوں سے نیکی کی جا سکتی ہے۔ (۱) ان کے حق میں دعا کرنا' (۲) جو وصیت یا نصیحت تمہیں کر گئے ہیں اس پر عمل کرنا (۳) ان کے دوستوں کی تعظیم اور عزت کرنا' (۴) ان کے خصوصی قرابت (رشتہ داروں) کے ساتھ محبت اور میل جول رکھنا''۔

اپنے مرحوم والدین' رشتہ داروں اور عزیزوں کے حقوق ادا کرنے کا ایک طریقہ ایصالِ ثواب ہے۔ مرنے کے بعد وہ لوگ زندہ لوگوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں ''جس گھر میں کوئی فوت ہو جائے تو گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں' اس صدقے کے ثواب کو فرشتے اس شخص کی قبر پر لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں ''اے صاحبِ قبر! یہ تحفہ تمہارے گھر والوں نے تمہارے لئے بھیجا ہے۔ اس سے وہ خوش ہوتا ہے اور اس کے ہمسائے جن کو کوئی تحفہ نہیں پہنچتا وہ غمگین رہتے ہیں''۔ ایصالِ ثواب کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مرحوم کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قبر میں مدفون مردے کی مثال بالکل اس شخص جیسی ہے جو دریا میں ڈوب رہا ہو اور مدد کے لئے چیخ رہا ہو۔ وہ اس انتظار میں رہتا ہے کہ ماں

باپ یا اولاد یا بہن بھائی یا کسی دوست کی طرف سے اُسے دعائے رحمت و مغفرت کا تحفہ پہنچے۔ جب کسی طرف سے اس کو دعا کا تحفہ پہنچتا ہے تو وہ اس کو دنیا و مافیھا سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ مرحومین کے لئے اہلِ دنیا کا خاص تحفہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے''۔ (**شعب الایمان**)۔ حضرت امام غزالیؒ لکھتے ہیں: حضرت محمد طوسیؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا' ابوسعید صفارؒ (حضرت محمد طوسیؒ کے ہمعصر بزرگ) سے کہہ دینا کہ دنیا میں ہمارے درمیان یہ معاہدہ تھا کہ ہم ایک دوسرے کو نہیں بھولیں گے۔ ہم تو نہیں بدلے مگر تم بدل گئے''۔ انہوں نے ابوسعیدؒ سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو وہ فرمانے لگے: ''میں ہر جمعہ کو ان کی قبر پر جا کر ایصالِ ثواب کیا کرتا تھا لیکن اس جمعہ کو نہ جا سکا۔ اسی بات کی انہوں نے شکایت کی ہے''۔ امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں: ''تمام مسالک کے ائمہء کرام اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ ایصالِ ثواب کرنے سے مرحوم کو عالمِ برزخ میں آسانی میسر آتی ہے اور حساب و کتاب کی سختی کم ہو جاتی ہے۔ ایصالِ ثواب کے کئی طریقے اولیاء اللہ نے بیان کئے ہیں' ان کا ماحصل یہ ہے کوئی بھی نیک کام کر کے اس کا ثواب آنحضور ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے مرحوم کو بخش دیں۔ علاوہ ازیں قرآنی دعائیں' آیات اور وظائف پڑھ کر اُن کا ثواب بخش سکتے ہیں۔ غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلا کر اس کا ثواب اپنے عزیزوں کو پہنچا سکتے ہیں''۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ''جب تم لوگ قبرستان جاؤ تو سورۃ اخلاص' سورۃ الفلق اور سورۃ والناس پڑھ کر اس کا ثواب تمام قبرستان والوں کو پہنچا دو تو اس کا ثواب تمام قبر والوں کو پہنچ جائے گا''۔ حضرت بشیر بن منصورؒ بیان فرماتے ہیں کہ زمانۂ طاعون میں ایک آدمی روزانہ قبرستان جاتا اور مرحومین کے لئے دعا کرتا کہ اللہ تمہارا مددگار ہو اور تمہاری تکالیف پر رحم فرمائے۔ ایک شام وہ قبرستان نہ جا سکا' رات کو خواب میں اس

نے دیکھا کہ لوگوں کی کثیر تعداد اس کے پاس آئی ہے۔ اس نے آنے کی وجہ پوچھی' انہوں نے جواب دیا کہ ہم اہلِ قبور ہیں' روزانہ تمہارے ہدیے ہمارے پاس آیا کرتے تھے لیکن آج تمہارا ہدیہ ہم تک نہیں پہنچا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ موصوفِ مذکور بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس خواب کے بعد پھر کبھی قبرستان جا کر ایصالِ ثواب کرنا نہیں چھوڑا۔

حضرت بشار بن غالب نجرانیؒ تحریر کرتے ہیں کہ میں حضرت رابعہ بصریؒ کو بکثرت ایصالِ ثواب کیا کرتا تھا۔ ایک رات میں نے ان کو خواب میں دیکھا وہ مجھ سے کہہ رہی تھیں: اے بشار بن غالب! تمہارے تحفے نور کی تھالیوں میں ریشمی رومال سے ڈھانک کر ہمارے پاس لائے جاتے ہیں۔ یاد رکھو' زندوں کی دعائیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے باعث نور کے طباق میں رکھ کر مرحومین کے پاس لائی جاتی ہیں اور لانے والا کہتا ہے' یہ فلاں شخص کا ہدیہ ہے جو اس نے تمہارے لیے بھیجا ہے۔ امام سیوطیؒ اپنی تصنیف ''شرح الصدور'' میں ابوقلابہؒ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا: میں ایک دفعہ شام سے بصرہ آ رہا تھا تو ایک خندق میں اترا' وضو کر کے دو رکعت نماز نفل ادا کی' پھر اپنا سر ایک قبر پر رکھ کر سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ صاحبِ قبر مجھ سے کہہ رہے ہیں: تم نے مجھے تکلیف پہنچائی' آپ لوگ عمل کی اہمیت کو سمجھتے نہیں اور ہم اس پر قادر نہیں۔ آپ نے جو دو رکعت نماز پڑھی ہے وہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا' اہلِ دنیا کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے' وہ ہمیں ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور یہ ثواب نور کے پہاڑ کی مثل ہم تک پہنچتا ہے۔

حضرت قبلۂ عالم سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا والدین فوت ہو جائیں تو فریقِ پسماندہ اُنہیں تحفہ تحائف یا کلام اللہ یا اشیائے خورد و نوش یا پارچات وغیرہ پہنچا سکتا ہے؟۔ اس کے جواب میں قبلۂ عالمؒ فرماتے ہیں: ''محتاج کو طعام و پوشاک

دینے کا ثواب اور کلام اللہ پڑھنے والے کا کلام اللہ پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچ سکتا ہے۔ ایسا ہی درود وغیرہ' کلامِ الٰہی اور فعلِ خیرات کا ثواب بھی پہنچ سکتا ہے۔ ایک اور سوال کے جواب میں آپؒ لکھتے ہیں: ''اَرواح کا تعلق کسی قدر بدن سے چالیس روز تک ایسا ہی ہر شبِ جمعہ و روزِ جمعہ ہمیشہ کے لئے ہوتا ہے' اس تعلقِ خاص کو آنے کے مترادف سمجھا جائے نہ یہ کہ عالمِ اَرواح سے نکل کر جسم کی طرح انتقالِ مکانی کرتے ہیں۔ البتہ اُن ایامِ مذکورہ میں یہ خاص تعلق ایسا ہی اثر رکھتا ہے جیسا کہ وہ خود آ گئے ہیں۔ یعنی بموجبِ مشیّتِ ایزدی باخبر ہوتے ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بروزِ عید و عاشورہ' ماہِ رجب کا پہلا جمعہ' ماہِ شعبان کی پندرھویں رات' شبِ قدر اور ہر جمعہ کی رات میں اَرواح قبروں سے نکل کر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو کر اپنے پسماندگان سے سوال کرتی ہیں کہ اس مبارک رات میں ہمارے ساتھ کسی صدقہ یا طعام سے امداد کرو کہ ہم محتاج ہیں۔ (**کتاب درالسبحان للسیوطیؒ** و کتاب **دقائق الاخبار امام عبدالرحیم بن احمد**) اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ارواحِ موتےٰ ایامِ مذکورہ میں اپنے گھروں کے دروازہ پر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے آنحضرت ﷺ کی تعلیماتِ گرامی پر کماحقہٗ عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

آمین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ

مساکین کی خدمت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''**ولا تحضون علی طعام المسکین**'' ''اور نہ تم ترغیب دیتے ہو' مسکین کو کھانا کھلانے کی!'' امام ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں: ''مسکین'' سے مراد ایسے لوگ ہیں جو خاک آلود ہوں' جن کا گھر در نہ ہو' بھوک کی وجہ سے ان کی کمر جھک جائے' اپنے گھروں سے دور ہوں' فقیر محتاج' مفلس ہوں' ان کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو''۔

رحیم و کریم اللہ نے مساکین و فقراء کو کھانا نہ کھلانے والوں کو بڑی سخت تنبیہ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے **سورۃ الماعون** میں ایسے لوگوں کی تصویر کشی کی ہے جو یتیموں اور مسکینوں کی ہمدردی تو درکنار ان سے نہایت سنگ دلی اور بد اخلاقی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ فرمایا: ''تو نے اس شخص کو دیکھا جو (روزِ) جزا کو' جھٹلاتا ہے پس (وہ) یہی تو ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو ''**ولا یحض علی طعام المسکین**'' اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔''

غرباء و مساکین کی خبر گیری اور ان کے حال پر رحم کرنا دنیا کے ہر مذہب و ملت کی تعلیمات میں شامل ہے۔ یہ وہ مکارمِ اخلاق ہیں جن کی پسندیدگی پر تمام عقلاء اتفاق رکھتے ہیں۔ جو شخص ایسے اخلاق سے عاری ہو اس کا اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ باری تعالیٰ قرآنِ پاک میں سورۃ الحاقۃ میں ایک ایسے شخص کا حال بیان فرماتے ہیں جس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' اسے یہ سزا صرف دو جرموں کی پاداش میں دی جائے گی۔ **واما من اوتی کتبہ بشمالہ فیقول یلیتنی لم اوت کتبیہ ۔ ولم ادر ماحسابیہ ۔ یلیتہا کانت القاضیۃ۔ مااغنی عنی مالیہ ۔ ھلک عنی سلطٰنیہ ۔ خذوہ فغلوہ ۔ ثم الجحیم صلوہ ۔ ثم فی سلسلۃ ذرعھا سبعون**

ذراعافاسلکوہ ۔ انہ کان لا یومن باللہ العظیم ۔ ولایحض علی طعام المسکین ۔ فلیس لہ الیوم ھھنا حمیم ۔ ولا طعام الامن غسلین۔'' اور جس کو دیا جائے گا اس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں' وہ کہے گا: اے کاش! مجھے نہ دیا جاتا میرا نامۂ اعمال' اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش! موت نے ہی (میرا) قصہ پاک کر دیا ہوتا۔ آج میرا مال میرے کسی کام نہ آیا' میری بادشاہی بھی فنا ہوگئی۔ (فرشتوں کو حکم ہو گا) پکڑ لو اس کو اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو' پھر اسے دوزخ میں جھونک دو' پھر ستر گز لمبی زنجیر میں اس کو جکڑ دو۔ بے شک یہ (بدبخت) ایمان نہیں لایا تھا اللہ پر جو بزرگ (و برتر) ہے۔ اور نہ یہ ترغیب دیتا تھا مسکین کو کھانا کھلانے کی۔ پس آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں اور نہ کوئی طعام ہے بجز دوزخیوں کے پیپ کے''۔

ان آیات میں یہ بتایا جارہا ہے کہ دو جرموں کے ارتکاب کرنے پر اسے یہ ہولناک سزا دی جارہی ہے' ایک یہ کہ اس نے دنیا میں رہ کر اللہ کو نہ جانا اور اس کے بندوں کے حقوق بھی نہیں پہچانے۔ دوسرے یہ کہ اس قدر سنگدل تھا کہ اسے فقیر مسکین کو اپنے گھر سے کھانا کھلانے کی تو کبھی توفیق نہ ہوئی اس نے کسی دوسرے کو کھانا کھلانے کی ترغیب تک نہ دی۔ جب اس شخص نے دنیا میں اللہ کو دوست نہ بنایا۔ تو آج روزِ قیامت اس کا دوست کون بن سکتا ہے جو اس کی حمایت کر کے اس عذاب سے نجات دلا دے۔

امام بخاریؒ و مسلمؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں: **الساعی علی الارملۃ والمسکین کا لساعی فی سبیل اللہ واحسبہ قال کا لقائم لایفتر وکالصائم لا یفطر** بیوہ اور مسکین پر خرچ کرنے اور ان کی ضروریات کا اہتمام کرنے والا اللہ کے رستے میں جہاد کرنے والے کی مانند ہے۔ میرا (ابو ہریرہؓ کا) گمان ہے کہ آپؐ نے

فرمایا وہ اس قائم اللیل کی مانند ہے جس نے رات کے قیام کو کبھی نہ چھوڑا ہو اور ایسے روزہ دار کی مانند ہے جس نے کبھی روزہ نہ چھوڑا ہو (متفق علیہ)۔

''سورۃ الدہر'' میں اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتے ہیں: ''**ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما واسیرا**'' ۔ اور جو کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں مسکین' یتیم اور قیدی کو۔'' صاحبِ ''ضیاء القرآن'' اس آیت کے ذیل میں راقم ہیں: '' مکہ کے مادہ پرستانہ ماحول میں اس قسم کے فقراء پر جو گزرتی ہوگی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ غریبوں اور مسکینوں سے ان لوگوں کی نفرت اظہر من الشمس تھی۔ حضورؐ کے پاس اگر غریب لوگ بیٹھے ہوئے ہوتے تو مشرکین اس محفل میں بیٹھنا اپنے لئے باعثِ ہتک سمجھتے۔ جو لوگ اس قسم کے غرباء و فقراء پر احسان کیا کرتے تھے' اللہ تعالیٰ ان کی عزت افزائی کر رہے ہیں۔ تا کہ دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا شوق پیدا ہو' اور اسلامی معاشرہ میں کوئی مسکین' کوئی یتیم اور کوئی قیدی ایسا نہ ہو جو رات کو بھوکا سوئے''۔

امام مسلمؒ حضرت جریرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک دن نبی ءاکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ ننگے پاؤں' ننگے جسم دھاری دار چادریں پہنے اور تلواریں لٹکائے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اس فقر و فاقہ اور غربت کو دیکھ کر آپؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ پریشانی میں آپؐ کبھی گھر کے اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر تشریف لے آتے۔ پھر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپؐ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ خطبے میں آپؐ نے **سورۃ نساء** کی ابتدائی آیاتِ کریمہ اور **سورۃ الحشر** کی آیت ۔ **یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ماقدمت لغد**'' اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہر شخص کو دیکھنا

چاہیے کہ اس نے کیا آگے بھیجا ہے کل کے لئے'' پڑھ کر لوگوں کو غریب' مفلس اور حاجت مند بھائیوں کو کھانا کھلانے اور صدقہ دینے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ''ہر آدمی چاہے اس کے پاس ایک ہی دینار ہو' ایک ہی درہم ہو' ایک ہی کپڑا ہو' ایک ہی صاع گندم یا ایک کھجور ہو' اس میں سے صدقہ کرے' حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس ایک کھجور ہے تو کھجور کے ٹکڑے سے بھی اپنے بھائیوں کی مدد کرے''۔ آپؐ کا یہ فرمانا تھا کہ لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف دوڑ پڑے اور حسبِ توفیق دھڑا دھڑ چیزیں لانے لگے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر میں کپڑوں اور کھانے کے الگ الگ دو ڈھیر لگ گئے۔ صحابہ کرامؓ کے اس جذبۂ ہمدردی کو دیکھ کر رسول پاکؐ کا چہرۂ انور خوشی سے یوں کھل اٹھا گویا وہ سونے کا ایک چمکتا ہوا ٹکڑا ہے۔''

رسولِ پاک ﷺ کی ساری زندگی مخلوقِ خدا کی ہمدردی' غم گساری میں گزری۔ غریبوں' کمزوروں' بھوکوں کی غم خواری اور دلداری کرنا آپؐ کی ساری زندگی کا معمول رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی شفقت علی الخلق کے طبعی جذبہ کا یوں ذکر فرمایا: **عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رء وف رحیم**۔ جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے' تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے' مسلمانوں پر کمال مہربان اور رحم کرنے والا'' مولانا آزاد اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں'' وہ تمہارے دکھ برداشت نہیں کر سکتے' تمہاری ہر تکلیف خواہ جسمانی ہو یا روحانی اُنؐ کے دل کا درد و غم بن جاتی ہے۔ آپؐ ان کی بھلائی کی خواہش سے لبریز ہیں اور اس کے لئے آپؐ ایسا قلبِ مضطرب رکھتے ہیں کہ اگر آپؐ کی بن پڑتی تو ہدایت و سعادت کی ساری پاکیاں پہلے ہی دن گھونٹ بنا کر پلا دیتے۔ پھر ان ؐ کی محبت و شفقت صرف تمہارے ہی لئے نہیں وہ تو تمام مومنوں کے لئے ہے خواہ وہ عرب

کے ہوں یا عجم کے' حضورؐ رؤف رحیم ہیں'' رؤف'' رافت سے ہے اور اس کا اطلاق ایسی رحمت پر ہوتا ہے جو کسی کی کمزوری اور مصیبت پر جوش میں آئے''۔

علامہ حافظ محمد سعد اللہ'' بنیادی ضروریاتِ زندگی اور اسلام'' میں آنحضرت ﷺ کے'' رحمتہ للعالمین'' اور'' رؤف رحیم'' ہونے کے متعلق تحریر کرتے ہیں:'' مخلوق خدا کی ہمدردی' غمگساری' خیر خواہی اور شفقت و رحمت جن کی طبیعتِ ثانیہ تھی' کیسے ممکن تھا کہ آپؐ ضرورت مندوں' محتاجوں' غریبوں' مسکینوں' کمزوروں' اور بھوکوں کی معاشی فلاح کا کوئی انتظام نہ فرماتے۔ آنجناب ﷺ کی ذاتی غم خواری اور دردمندی کا یہ عالم تھا کہ جب تک بھوکے کو کھانا نہ کھلا لیتے' ننگے کو کپڑا مہیا نہ فرما لیتے' ضرورت مند کی ضرورت پوری نہ فرما لیتے' محتاج کی احتیاج رفع کرنے کا بندوست نہ فرما لیتے' مظلوم کو ظلم سے نجات نہ دلوا دیتے' خوف زدوں کے خوف دور نہ فرما لیتے' مقروض لوگوں کی ادائیگی قرض کا کوئی انتظام نہ فرما لیتے' یتامیٰ و بیوگان کی دیکھ بھال کی کوئی صورت پیدا نہ فرما لیتے' اس وقت تک آنجنابؐ کی ذاتِ گرامی کو چین نہ آتا۔''

آنجناب ﷺ کی مسکینوں' کمزوروں اور بے سہارا لوگوں کی عملی ہمدردی اور غم خواری کی مثالوں سے سیرتِ طیبہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ طوالت کے پیشِ نظر صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ **صحاح ستہ میں**'' کتاب الصیام'' کے اندر تھوڑے بہت لفظی اختلاف کے ساتھ یہ روایت درج ہے۔ **سنن ابی داؤد** میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ''ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ اس نے عرض کی'' میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر بیٹھا ہوں''۔ آپؐ نے فرمایا:'' کیا تیرے پاس اس

قدر مال ہے جس سے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرسکو؟'' اس نے کہا: نہیں! آپؐ نے پوچھا دو ماہ پے در پے روزے رکھنے کی تجھے طاقت ہے؟ اس نے عرض کی: طاقت نہیں! آپؐ نے پھر پوچھا'' کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟'' اس نے عرض کی: نہیں! آپؐ نے فرمایا تو پھر بیٹھ جا۔ اتنے میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا کسی نے لاکر خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ آپؐ نے اس شخص سے فرمایا: ''یہ ٹوکرا لے جا اور فقراء پر صدقہ کردے!'' اس صحابیِ رسولؐ نے عرض کی: یارسول اللہ! اس وادی میں ہم سے بڑھ کر کوئی ضرورت مند گھر نہیں۔ اس کی یہ بات سن کر آنحضرت ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ سامنے والے دندانِ مبارک بھی ظاہر ہوگئے۔ پھر فرمایا جا اپنے اہل وعیال کو ہی یہ کھجوریں کھلا دے''۔

آئمہ محدثین نے اس حدیثِ مبارکہ کی تشریح میں یہ بات بڑی وضاحت سے لکھی ہے کہ آنحضور ﷺ کا اس غریب شخص کو کفارہ کے لئے کھجوروں کا ٹوکرا عنایت فرمانا آپؐ کے ان خصوصی اختیارات میں سے تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیئے تھے۔ ورنہ عام مؤمنین کے لئے کفارہ وہی ہے جن کی تصریح فقہائے کرام نے اپنی کتابوں میں کی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: **"رب اشعث مدفوع بالا بواب لواقسم علی اللہ لابرہ"**. بہت سے غبار آلود بکھرے ہوئے بالوں والے اور دروازوں سے دھتکارے جانے والے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی قسم میں سچا کر دیتا ہے۔'' (**صحیح مسلم**) شارحِ صحیح مسلم علامہ نوویؒ لکھتے ہیں: ''اگر یہ خاک نشین (مسکین) لوگ کسی کام کے ہونے کی قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کام کو کر دیتا ہے اور ان کی دعا قبول فرمالیتا ہے تاکہ ان کی قسم کا بھرم رہ سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ عظیم ہے اگرچہ لوگ ان کو حقیر جانتے

ہوں''۔

اصحابِ رسول ﷺ کے بعد غرباء، مساکین اور حاجت مندوں کی حاجت روائی پر جس گروہ نے سب سے زیادہ توجہ دی وہ صوفیائے کرام کا طبقہ ہے۔ صوفیاء کی خانقاہیں مظلوم اور ستم رسیدہ لوگوں کی پناہ گاہیں بن گئیں۔ برصغیر میں سلسلۂ چشتیہ سے وابستہ مشائخ نے اس میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ برِصغیر میں سلسلۂ چشتیہ کے اوّلیں تاجدار خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے متعلق تذکرہ نویس لکھتے ہیں: ''نظرِ شیخ معین الدین بر ہر فاسقے کہ افتادے در زماں تائب شدے و باز گردِ معصیت نگشتے'' (شیخ معین الدینؒ کی نظر کسی بھی فاسق پر پڑ جاتی تو وہ فوراً تائب ہو جاتا اور پھر کبھی گناہ کے قریب نہ پھٹکتا) خواجہ غریب نوازؒ کی حیرت انگیز کشش کا بیان کرتے ہوئے ایک ہندو دانشور پنڈت ہر بلاس سارداؔ اپنی انگریزی تصنیف ''اجمیر'' میں لکھتے ہیں: ''انہوں نے کبھی کسی کو تنگ کرنے کا مشورہ نہیں دیا اور خدا کی تمام مخلوق کی نسبت ان کا نقطۂ نظر صلح جوئی اور خیر خواہی تھا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کا فرمان ہے خدا کی افضل ترین عبادت یہ ہے کہ مصیبت زدہ افراد کی مدد کی جائے۔ بے یار و مددگار لوگوں کی ضروریات پوری کی جائیں اور بھوکوں کو کھانا کھلایا جائے''۔

صاحبِ ''زبدۃ المقامات'' سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت باقی باللہؒ کے متعلق راقم ہیں ''آپؒ کی شفقت و رحمدلی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ لاہور سخت قحط سالی کی زد میں آ گیا، اس وقت آپؒ لاہور ہی میں تشریف فرما تھے۔ کئی روز تک آپؒ نے کھانا نہیں کھایا۔ جب آپؒ کے سامنے کھانا لایا جاتا تو فرماتے: ''یہ انصاف سے بعید ہے کہ کوئی بھوکا پیاسا گلی کوچوں میں جان دے اور ہم کھانا کھائیں'' چنانچہ جس قدر کھانا ہوتا، سب کا سب

بھوکوں کے لئے بھجوادیتے''۔

آنحضرت ﷺ ارشادفرماتے ہیں: **تطعم الطعام و تقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف** ''لوگوں کوکھانا کھلاؤاور واقف وناواقف کوسلام کرو''۔ **(صحیح بخاری)** حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

کرامت جواں مردی وناں دہی ست

مقالاتِ بے ہودہ طبلِ تہی ست

بزرگی وولایت' جواں مردی اورکھانا کھلانے کا دوسرا نام ہے۔محض بیہودہ باتیں خالی ڈھول کی مانند ہیں۔

یتیموں کی خدمت

واما اذا ما ابتلٰہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن. کلابل لاتکرمون الیتیم ولا تحٰضُّون علی طعام المسکین وتاکلون التراث اکلا لما. و تحبون المال حبّاجمّا۔

ترجمہ:''اور جب اس کو(یوں) آزماتا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہنے لگتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کردیا' ایسانہیں ہے بلکہ(اس کی وجہ یہ ہے)تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ تم مسکین کوکھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہواور میراث کا سارا مال چٹ کرجاتے ہواور دولت سے حددرجہ محبت کرتے ہو''۔

ابن کیثرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:''بعض لوگ مال ودولت کی فراوانی پاکر یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور بڑے معزز ومکرم ہیں۔اس لئے ان پر انعامات کی بارش ہورہی ہے۔اس کے برعکس جب وہ تنگ دستی اورافلاس کا شکار ہوتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نگاہِ التفات سے محروم کردیا ہے' اسی وجہ سے ان کے ساتھ ایسا سلوک ہورہا ہے۔ایسے دونوں قسم کے لوگوں کے نزدیک اللہ کی رضامندی اورناراضگی کا دار ومدار دولت کی کمی وبیشی پر ہے۔حالانکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ کی محبت رچ بس جائے اورجن کے اذہان وقلوب میں یہ بات سماجائے کہ شادی وغم کا مالک اورعزت وذلت دینے والا ایک خدا ہے تو وہ ان دونوں حالتوں کوامتحان سمجھ کرراضی بہ رضا رہتے ہیں''۔

آنحضرت ﷺ نے بڑی وضاحت سے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا۔**یقول اللہ عزوجل کلاانی لااکرم من اکرمت بکثرۃ دنیا ولا اھین من اھنت بقلتھا انمااکرم من اکرمت بطاعتی واھین من اھنت بمعصیتی:** حدیثِ

قدسی ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں کسی کو کثرتِ دنیا کی وجہ سے معزز نہیں کرتا اور نہ ہی افلاس کے باعث ذلیل کرتا ہوں' بلکہ میں اپنی اطاعت گزاری کی وجہ سے کسی کو سرفراز کرتا ہوں اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے کسی کو ذلیل وخوار کرتا ہوں۔

مذکورہ بالا آیت میں فرمایا: **کلا بل لاتکرمون الیتیم** ''ایسا نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے''۔ اس آیت کی تفسیر میں صاحبِ ''ضیاء القرآن'' رقمطراز ہیں: ''ان لوگوں کی مادہ پرستانہ ذہنیت ان کو یتیم وغریب پر رحمت وشفقت کے جذبے سے محروم کر دیتی ہے۔ وہ ان یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ بھی نہیں پھیرتے بلکہ ان کو نحوست کی علامت خیال کرتے ہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور اسے ڈانٹنے اور جھڑکنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ **فاماالیتیم فلا تقھر:** "پس کسی یتیم پر سختی نہ کیجئے''۔ پھر ایک اور مقام پر فرمایا: **ارئیت الذی یکذب بالدین .فذلک الذی یدع الیتیم.** کیا آپ نے اس کو دیکھا ہے جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے' پس یہ وہی (بدبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دے کر نکالتا ہے۔ تفسیرِ مظہری میں ہے کہ یہاں ذالک اسم اشارہ سے پہلے مبتدا محذوف ہے اور وہ ہے ھو ۔ تقدیرِ کلام اس طرح ہے فھو ذالک ۔ یعنی کیا آپ نے اس شخص کو پہچان لیا ہے جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے؟ اگر وہ اپنی زبان سے روزِ جزا کو نہ بھی جھٹلاتا ہو تو بھی آپ پہچان لیں کہ یہ وہی شخص ہے جو یتیم کو اس کے حق سے محروم کرتا ہے اور اگر وہ مطالبہ کرے تو نہایت سختی سے پیش آتا ہے اور اسے دھکے دے کر باہر نکال دیتا ہے۔

اللہ ربّ العزت نے یتیم کے مال کھانے والے کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔ فرمایا: **ان الذین یا کلون اموال الیتمی ظلماانما یا کلون فی بطونھم نارا**

وسیصلون سعیرا: ''بے شک وہ لوگ جو کھاتے ہیں یتیموں کے مال ظلم سے' وہ تو بس کھا رہے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ اور وہ عنقریب جھونکے جائیں گے بھڑکتی آگ میں''۔ علامہ محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ فرماتے ہیں: ''یتیموں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے کیونکہ وہ سبب ہے آگ کا''۔ مذکورہ آیت کی شانِ نزول کے متعلق آئمہ مفسرین لکھتے ہیں کہ غزوۂ احد کے بعد حضرت سعدؓ بن ربیع کی بیوی اپنی دو بچیوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ سعدؓ کی بچیاں ہیں جو آپؐ کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے اُحد میں شہید ہو گئے تھے' ان کے چچا نے ان کی پوری جائداد پر قبضہ کر لیا ہے اور ان کے لئے ایک حبّہ تک نہیں چھوڑا' اب ان بچیوں کے ساتھ کون نکاح کرے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی''۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں: ''روزِ قیامت یتیموں کا مال کھانے والے اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کی قبروں سے' ان کے منہ سے اور ان کے کانوں سے دھواں نکلتا ہوگا تو لوگ پہچانیں گے کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے''۔

یتیم پر شفقت اور اس کی تربیت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا: **من مسح راس یتیم لم یمسحه الا لله کان له کل شعرة یمر علیها یده حسنات ومن احسن الی یتیمة اویتیم عنده کنت اناوھو فی الجنة کھا تین و قرن بین اصبعیه** ''جس شخص نے (ازراہِ شفقت) کسی یتیم بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور محض اللہ کی رضا کے لئے پھیرا تو ہر بال جس پر اس کا ہاتھ گزرا ہے اُس کے عوض اس کے لئے نیکیاں ہوں گی اور جس آدمی نے اپنے ہاں موجود کسی یتیم بچی یا یتیم لڑکے کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو میں اور وہ ان دو انگلیوں کی مانند جنت میں اکٹھے ہوں گے' آپؐ نے دونوں انگلیوں کو ملا کر دکھایا''۔ (رواہ احمد والترمذی)

محدثین نے اس نکتہ کی خوب شرح بیان کی ہے کہ ایک یتیم بچے کی کفالت پر جنت کی ضمانت تو دی گئی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ شفیع المذنبین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت کی بشارت دی گئی ہے اور معیت بھی برابر کی' جب کہ نماز' روزے' حج' زکوٰۃ' وظائف وتسبیحات اور نوافل وغیرہ پر بھی اتنی بڑی ضمانت کم ملتی ہے۔ علمائے محدثین نے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں جن کی وضاحت کے لئے ایک الگ دفتر چاہیے۔ حضرت حکیم ترمذیؒ ''نوادر الاصول'' میں فرماتے ہیں: ''اجر وثواب میں سارے اعمال سے کفالتِ یتیم کے بڑھ جانے کی وجہ یہ ہے کہ یتیم اپنے باپ کے انتقال کے بعد اس کی طبعی محبت' لطف و عنایت اور اس کی حفاظت ونگرانی سے محروم ہو جاتا ہے اور اب اللہ تعالیٰ اس کے سارے امور کا ولی ہے جو اسباب کی دنیا میں اسباب کے ذریعے ہی اس کے جملہ امور سرانجام دیتا ہے۔ چنانچہ وہ یتیم کے ذریعے اپنے بندوں کا امتحان لیتا اور دیکھتا ہے کہ کون اس کا ولی وسرپرست بنتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں سوال کیا: اے پروردگارِ عالم! تو بچے کے والدین کو وفات دے دیتا ہے جب کہ بچے کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا اور اس بیچارے کو یوں ہی بے یارومددگار چھوڑ دیتا ہے۔ تیری اس بے نیازی کی حکمت کیا ہے؟ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں خود اس کا کفیل ہوں۔ اس طرح یتیم کا کفیل خود خالقِ کائنات ہوا کیونکہ اسی نے اس کے دنیاوی اسباب کو منقطع کیا ہے۔ تو اب جو آدمی یتیم کی کفالت کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو گویا وہ اللہ کی طرف سے کفالت کا یہ کام کر رہا ہے نہ کہ اپنی طرف سے۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اللہ کی طرف سے کام کرتے ہیں یعنی اس کی مخلوق تک اس کا پیغامِ ہدایت پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح جو آدمی یتیم کی کفالت کرتا ہے تو وہ اللہ کی نیابت میں اس

کام کو سرانجام دیتا ہے' جس کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ پر تھی۔ اس اعتبار سے وہ بھی اس درجے میں آ گیا جس میں انبیاء علیہم السلام ہیں' ان کے قریب ہو گیا تو پھر ظاہر ہے جنت میں کوئی ایسا مقام نہیں جو اس مقام سے زیادہ پُرانوار اور پُرمسرت ہو جس میں انبیاء علیہم السّلام ہوں گے۔

ربِ رحمان ورحیم ہمیں اپنے حبیبِ پاک ﷺ کے طفیل یتیموں اور ناداروں کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ

زیردستوں سے حُسنِ سلوک

آنحضرت ﷺ نے اس جہان سے رخصت ہوتے وقت جو آخری وصیت فرمائی اس کے راوی حضرت علیؓ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کی آخری بات یہ تھی ''نماز'' نماز اور اپنے زیردستوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنا'' (سنن ابی داؤد)

اسلام زیردستوں کی مدد اور کمزوروں کی حمایت کا علمبردار بن کر کارزارِ ہستی میں رُونما ہوا تھا۔ آپ ﷺ کی ولادتِ پاک سے پہلے انسانیت سسک رہی تھی۔ روم و فارس تمدنی عظمت کا پرچم بلند رکھنے کے دعویدار تھے مگر ان کے عہد ظلم و ستم اور جور و جبر کے لحاظ سے تاریک ترین دور تھے۔ کراہتی سسکتی زندگی کسی مسیحا کا راستہ تکتے تکتے تھک گئی تھی۔ زندہ دفن ہوتی ہوئی بیٹیوں کی چیخیں عرشِ الٰہی تک پہنچ رہی تھیں۔ غلاموں پر برستے ہوئے کوڑے اور کنیزوں کے جھلستے ہوئے جسم اپنے نجات دہندہ کے انتظار میں تھے۔ ان حالات میں رحمت للعالمین ﷺ کی ولادت ہوئی۔ قید و بند کی ساری فرضی و غیر عقلی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ فلک نے دیکھا کہ اب غلاموں کی پیٹھ پر کوڑے نہیں برسائے جاتے اور نہ ہی کنیزوں کی منڈیاں سجائی جاتی ہیں' بلکہ ہر کس و ناکس کو منصفانہ سلوک میسر ہے۔ محسنِ انسانیت نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی لوگوں کو یہی ہدایت کی کہ ''غلاموں اور زیردستوں کا خیال رکھنا'' آپ ﷺ نے اس جہاں سے رخصت ہوتے وقت جو آخری وصیت فرمائی اس کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں' کہتے ہیں: **''کان اخر کلام رسول اللہ ﷺ الصلوٰۃ الصلوٰۃ واتقوا اللہ فیما ملکت ایمانکم''** اللہ کے رسول ﷺ کی آخری بات یہ تھی۔ نماز' نماز اور اپنے زیردستوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنا **(سنن ابوداؤد)** اس جملے میں بڑی عمومیت ہے۔ کائنات میں ہر جگہ اہلِ اقتدار

بالادست بنے ہوئے ہیں' اور دوسروں سے اپنی فرماں برداری کرواتے ہیں۔ دفاتر میں ہر چھوٹا بڑے کا زیردست ہے' کارخانوں میں مزدور مالک کا زیردست ہے' گھر میں بیوی شوہر کی زیردست ہے۔ بلاشبہ یہ نظامِ زندگی کا انداز سہی لیکن اسلام میں ہر شخص کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنے زیردست کے حقوق کا خیال رکھے کہ معاشرہ خوشحال رہے۔

آنحضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا: **ایھا الناس! کل مسلم اخوالمسلم وان المسلمین اخوۃ ار قائکم ارقائکم اطعموھم مماتا کلون واکسوھم مماتلبسون:** ''لوگو! (خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ) ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے' سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔ تمہارے غلام تمہارے غلام ہیں' تم خود جو کچھ کھاتے ہو' ان کو بھی کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو' وہی انہیں بھی پہناؤ **(سیرت ابنِ ہشام' صحیح بخاری)**۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ ''جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لئے کھانا تیار کرے اور اس کے پاس لے کر آئے تو وہ اسے اپنے ساتھ بٹھائے اور کھانا کھلائے' آخر اس نے اس کی گرمی اور دھواں بھی تو کھایا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا۔ ''اگر کھانا بالکل تھوڑا سا ہو تو اس کے لئے ایک دو لقمے ہی رکھ لے''۔ **(صحیح مسلم)**

معرور بنؒ سوید بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوذرؓ کو دیکھا کہ آپؓ ایک جوڑا پہنے ہوئے تھے اور آپؓ کے غلام نے بھی ویسا ہی جوڑا پہنا ہوا تھا' میں نے آپؓ سے اس کے بارے میں پوچھا' تو آپؓ نے جواب دیا: میں نے رسول ﷺ کے دورِ مبارک میں ایک شخص کو (جو غلام تھا) گالی دی اور اُسے اس کی ماں سے عار دلائی۔ وہ شخص سیدھا حضور رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپؐ کو یہ بات بتائی۔ اس پر حضور ﷺ نے

فرمایا ''اے ابوذرؓ تو ایک ایسا شخص ہے جس میں (ابھی تک) جاہلیت (کا اثر باقی) ہے۔ جب کہ **اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل و لیلبسہ مما یلبس ولا تکلفوھم ما یغلبھم فان کلفتموھم فاعینوھم۔** ''یہ غلام تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے مملوک ہیں۔ اللہ نے انہیں تمہارا زیردست کر دیا ہے۔ پس جس شخص کا بھائی اس کے زیردست ہوا اُسے چاہیے کہ جو خود کھائے وہی اس کو کھلائے اور جو خود پہنے وہی اُسے پہنائے' تم لوگ انہیں ایسے کاموں پر مجبور نہ کرو جو ان کے لیے تکلیف دہ ہوں' اگر تمہیں کوئی ایسا کام دینا ہی پڑ گیا ہے تو پھر اس کام میں خود ان کی مدد کرو۔

(صحیح بخاری' صحیح مسلم' سنن ابوداؤد' جامع ترمذی)

شرک کی ممانعت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کے ساتھ نیکی کا حکم دیا ہے ان لوگوں میں سرِ فہرست یہ مظلوم طبقہ بھی ہے۔ فرمایا: **واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا و بذی القربی والیتمی و المسکین والجار ذی القربی والجار الجنب و الصاحب بالجنب و ابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا۔**

''اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین' رشتے داروں' یتیموں' مسکینوں' قریبی ہمسایوں' دور کے پڑوسیوں' رفیقانِ سفر' مسافروں اور اپنے زیرِ دست لوگوں (باندیوں' غلاموں) کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ بے شک اللہ اِترانے والے اور بڑائی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ

پاک ﷺ نے فرمایا: یہ تین باتیں جس میں پائی جائیں گی اللہ تعالیٰ اس کی موت آسان کر دے گا اور اس کو جنت میں داخل فرمائے گا'۔۔ کمزور سے نرمی کرنا' ماں باپ سے حسنِ سلوک کرنا اور باندی اور غلام سے اچھے طریقے سے پیش آنا۔۔ **(رواہ الترمذیؒ)**

حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں ''میں ایک دن اپنے غلام کو پیٹ رہا تھا۔ پیچھے سے میں نے کسی کی آواز سنی''۔ ابو مسعود! اس بات کو تم کیوں نہیں سمجھتے کہ جتنا قابو تیرا اس پر ہے' تیرے اللہ کا تجھ پر اس سے زیادہ ہے''۔ میں نے مُڑ کر پیچھے دیکھا تو رسول ﷺ تشریف فرما تھے۔ میں نے فوراً کہا: یا رسول اللہ! میں نے اللہ کی خاطر اس کو آزاد کیا۔ فرمایا: اگر تُو ایسا نہ کرتا تو آگ کی لپیٹ تجھ تک پہنچ ہی گئی تھی۔ **(رواہ مسلمؒ)**

غلطیوں سے درگزر

غلطی اور کوتاہی کے سرزد ہونے کا امکان ہر شخص سے ہے' ایک خادم سے بھی قصور ہو سکتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے بار بار تاکید فرمائی کہ اُن کی غلطیوں کو زیادہ سے زیادہ بار معاف کر دیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں'' ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ہم اپنے خدمت گزار کو کتنی بار معاف کر دیا کریں؟ آپؐ چُپ رہے۔ اس نے پھر سوال کیا' آپؐ اس پر بھی خاموش رہے' اس نے تیسری مرتبہ اپنا سوال دہرایا تو حضور ﷺ نے فرمایا: **اعفوا عنہ کل یوم سبعین مرّۃ** روزانہ ستر بار غلطیاں کرے تو ستر بار معاف کر دیا کرو'' **(ابوداؤد' ترمذی)** اس بارے میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا نمونۂ عمل اپنی امت کے لئے بڑی روشن اور واضح مثال ہے۔ آپؐ کی رفیقۂ حیات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: **ماضرب رسول اللہ شیئا قط بیدہ امراۃ ولا خادم** ''اللہ کے رسول ﷺ

نے کبھی کسی خادم یا کنیز کو کچھ نہیں مارا'' **(صحیح بخاری)**

مثالی حسنِ سلوک: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسولِ کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپؐ کے پاس کوئی خادم نہیں تھا۔ میرے والد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آپؐ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کی یارسول اللہ! انس ایک عقلمند لڑکا ہے' یہ آپؐ کی خدمت کرے گا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں' اس کے بعد میں نے سفر و حضر میں آپؐ کی خدمت کی (اس تمام مدت میں) اگر میں نے کوئی کام کیا تو آپؐ نے اس کے بارے میں مجھے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام تُو نے کیوں کیا اور (ایسے ہی) اگر میں نے کوئی کام نہیں کیا تو آپؐ نے اُس کے بارے میں کبھی یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام تُو نے کیوں نہیں کیا **(بخاریؒ)**

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ اپنے غلام کے ساتھ بازار کی جانب نکلے۔ ایک کپڑے کی دکان پر آپؓ ٹھہر گئے' غلام سے فرمایا: کپڑا پسند کرلو اپنے لئے بھی اور میرے لئے بھی۔ خریداری کے بعد دونوں درزی کی دکان پر پہنچے۔ درزی نے دیکھا کہ دو بنڈل ہیں' ایک میں قیمتی کپڑا ہے' ایک میں معمولی۔ غلام نے معمولی کپڑا تو اپنے لئے خریدا تھا جب کہ اپنے مولیٰ کے لئے بہتر قسم کا کپڑا لیا تھا۔ درزی نے غلام کے لئے معمولی کپڑے کی گٹھڑی اٹھائی اور غلام کا ناپ لینا چاہا تو حضرت علیؓ کی آواز آئی: ''یہ کپڑا تو میرے لئے ہے'' درزی کا ہاتھ رُک گیا۔ غلام بولا ''آقا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کے کپڑے سے میں اپنا لباس سلوالوں۔ آپؓ کے لئے اچھے کپڑے ہونے چاہئیں' آپؓ میرے آقا ہی نہیں امیر المؤمنین بھی ہیں۔'' خلیفۂ وقت کی آواز آئی: ''میں بوڑھا ہوں' تم نوجوان ہو' اچھے لباس کی تمہیں زیادہ ضرورت ہے''۔

مجدد العصر قبلۂ عالم حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ ایک دن تشریف فرما تھے۔ اسی اثناء

میں میاں غلام محمد نذر بردار حاضر ہوا۔ آپؒ نے فرمایا: ''سنا ہے کہ آج ککو حجام فوت ہو گیا ہے''۔ میاں غلام محمد نے جواب دیا۔ ''جی ہاں''۔ حضورؒ نے کلمۂ استرجاع پڑھ کر فرمایا: ''نہایت اچھا آدمی تھا' اللہ تعالیٰ اس کو بخشے' یہاں کے سب درویشوں کی خدمت کرتا تھا۔ اس کو بڑے پیر صاحبؒ نے وصیت فرمائی تھی۔ برخوردار! جو شخص سامنے آوے اُس کی خدمت کرنا''۔ مولانا گل فقیر صاحب پشاوریؒ کہتے ہیں کہ وہ جمعہ کا روز تھا' نماز جمعہ کے بعد ابھی آپؒ اوراد و وظائف میں مشغول تھے کہ ککو حجام کا جنازہ اُٹھایا گیا۔ ایک شخص نے حضورؒ کی خدمت میں اطلاع دی کہ جنازہ تیار ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! عجیب آشنا پروری بلکہ خادم پروری اور غریب نوازی دیکھی گئی کہ آپؒ اپنا شغل موقوف کر کے جنازے میں شامل ہوئے''۔ **(ملفوظاتِ مہریہ)**

خُدام کے فرائض: اپنے مالک کے جان و مال اور عزت و ناموس میں دیانت داری ایک خادم کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں: حضور نبی ءکریم ﷺ نے فرمایا: **"ان العبداذانصح لسیّدہ واحسن عبادۃ ربہ فلہ اجرہ مرتین"** جب کوئی خادم اپنے مولیٰ (مالک) کی خیر خواہی اور اپنے رب کی احسن عبادت کرتا ہے تو اُسے اس کا دُگنا اجر و ثواب ملتا ہے۔ **(متفق علیہ)**

حضورِ پاک ﷺ کا اُسوۂ حسنہ ہمارے لئے مشعلِ راہ اور رشد و ہدایت کا اعلیٰ ترین منبع ہے۔ اگر ہم ارشاداتِ ربانی اور ارشاداتِ نبویؐ پر عمل پیرا ہوں تو اس دنیا میں بھی سرخروئی نصیب ہو اور آخرت میں بھی بخشش اور رحمت کے حقدار ٹھہریں۔ مولانا رومؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

گر تو پیوندی بہ آں شہ' شہ شوی
ذرہ گر بودی ولیکن مہ شوی

مہمان نوازی

فخرِ موجودات سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہر قول اور ہر عمل عالمِ انسانیت کے لئے ابدی سرچشمۂ ہدایت ہے۔آپ ﷺ معلّمِ اخلاق و مروّت تھے۔ مہمانوں کی خاطر تواضع اور مناسب دیکھ بھال آپؐ کے اسوۂ حسنہ کا زرّیں پہلو تھا جس کی بے شمار مثالیں تاریخِ اسلام اور سیرتِ نبویؐ میں ہماری رہبری کے لئے موجود ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کی ''میں فاقہ سے ہوں'' آپؐ نے اپنی کسی زوجہ کی طرف پیغام بھیجا' انہوں نے کہا' اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' میرے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں ہے' پھر آپؐ نے دوسری زوجہ کے پاس پیغام بھیجا' انہوں نے بھی یہی کہا' حتیٰ کہ سب کی طرف سے یہی جواب آیا' قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ بالآخر آپؐ نے فرمایا: **من یضیف هذاالليلة رحمه الله** (جو شخص اس کو آج رات مہمان بنائے گا' اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا) انصار میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! اس کو میں مہمان بناؤں گا۔وہ شخص اس مہمان کو اپنے گھر لے گیا اور بیوی سے پوچھا: تمہارے پاس (کھانے کی) چیز ہے؟ بیوی نے جواب دیا: صرف بچوں کا کھانا ہے۔ یہ سن کر انصاریؓ نے فرمایا: بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو اور جب مہمان داخل ہو تو کسی بہانے چراغ بجھا دینا' اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم بھی کھا رہے ہیں' چنانچہ ایسے ہی کیا گیا' وہ سب کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ جب کہ کھانا صرف مہمان نے کھایا۔جب صبح ہوئی تو دونوں حضورؐ کی بارگاہ میں پہنچے۔رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ **عجب الله من ضيحكما بضيفكما الليلة** (رات تم نے مہمان کے ساتھ جو حُسنِ

سلوک کیا ہے۔اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوا ہے)۔(صحیح مسلم) حضرت ابو ہریرہؓ ایک اور روایت میں فرماتے ہیں: **وفنزلت هذه الاية... ويوثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة** انصاریؓ کے اس حسنِ سلوک پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ محتاج ہونے کے باوجود اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔محدّثین و مفسّرین کے مطابق وہ انصاری صحابی حضرت ابو طلحہؓ تھے۔

آنحضرت ﷺ کے گھروں میں فاقوں اور اہلِ بیت کے کمال صبر و شکر کے بارے میں متعدد روایات حدیث و سیرت کی کتابوں میں تفصیلاً موجود ہیں۔امام ابنِ سعدؒ اس کی ایک وجہ بیان فرماتے ہوئے ''**طبقات ابنِ سعد**'' میں لکھتے ہیں: حضرت ابو ہریرہؓ نے (جنہیں دن رات حضور ﷺ کے قریب رہنے کا شرف حاصل رہا) ایک مرتبہ لوگوں کو بتایا کہ نبی ء اکرم ﷺ اکثر بھوکے رہتے تھے۔ایک شخص نے سوال کیا اس کی وجہ کیا تھی؟ انہوں نے جواب دیا: **كثرة من يغشا و اضيافه و قوم يلزمونه لذالک فلا يا كل طعاما ابداالا معه اصحابه واهل الحاجة يتبعونه من المسجد'** کثرت سے آپؐ کے ہاں آنے والے مہمانوں اور ان مفلس لوگوں کے باعث جو کھانے کے لئے آپؐ کے ساتھ چمٹے رہتے تھے۔پس جب بھی آپ کھانا تناول فرماتے تو آپؐ کے ساتھ آپؐ کے صحابہؓ اور وہ اہلِ حاجت بھی شریک ہو جاتے جو مسجد ہی سے آپؐ کے پیچھے چلے آتے تھے۔

ابو بصرہ غفاریؓ فرماتے ہیں: میں اسلام لانے سے پہلے ایک رات حضورؐ کے ہاں مہمان ٹھہرا۔آپؐ نے اس بکری کا دودھ دوہ کر مجھے پلا دیا جو گھر والوں کو ملا کرتا تھا۔ حضور ﷺ کے اہل و عیال بھی ہمارے جیسے نہ تھے۔صبر و شکر ان کی طبیعتِ ثانیہ بن چکی

تھی۔سب کہنے لگے ہم آج رات بھی اسی طرح بھوکے گزار لیں گے، جس طرح کل رات بھوکے رہ کر گزاری تھی۔آنجناب ﷺ کے ہاں مہمان نوازی میں اپنے پرائے اور مسلم وغیر مسلم کی کوئی تمیز نہ تھی۔جو بھی مہمان کا شانۂ نبوی میں آتا، آپؐ اس کی بھرپور خاطر تواضع فرماتے۔ابوبصرہؓ کی بھی آپؐ نے خوب تواضع فرمائی، مہمان کو سیر ہو کر کھلایا مگر سب گھر والوں نے رات بغیر کچھ کھائے پیے گزاری۔ابوبصرہ آنحضور ﷺ کے اس بلند اخلاق و کمالِ ایثار سے اس قدر متاثر ہوئے کہ صبح ہوتے ہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

(مسند امام احمد بن حنبلؒ)

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا ذکر فرماتے ہیں:.**هل اتک حديث ضيف ابراهيم المكرمين. اذ دخلوا عليه فقالوا سلما.قال سلم قوم منكرون. فراغ الى اهله فجاء بعجل سمين فقربه اليهم قال الاتاكلون فاوجس منهم خيفة قالوا لاتخف و بشروه بغلام عليم فاقبلت امراته فی صرة فصكت و جهها و قالت عجوز عقيم. قالوا كذلک قال ربک انه هو الحكيم العليم.**" (اے حبیبؐ) کیا آپؐ کے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے جب وہ آپ (حضرت ابراہیمؑ) کے پاس آئے تو انہوں نے سلام عرض کیا۔آپؑ نے فرمایا: تم پر بھی سلام ہو (اور دل ہی میں سوچا) بالکل انجانے لوگ ہیں، پس (چپکے سے) اپنے اہلِ خانہ کی طرف گئے اور کچھ دیر بعد ایک (بھنا ہوا) موٹا تازہ بچھڑا لے آئے۔(اور) لا کر اُن کے قریب رکھ کر، فرمایا: کھاتے کیوں نہیں۔؟ لیکن دل ہی دل میں ان سے خوف کھانے لگے۔(قبائلی زندگی میں ایک دستور تھا کہ اگر مہمان ضیافت قبول کر لیتا تو سمجھا جاتا کہ اس کا آنا خیر سے ہوا ہے، لیکن

اگر وہ کھانا تناول کرنے سے انکار کر دیتا تو سمجھ لیا جاتا کہ یہ بری نیت سے یہاں آیا ہے۔جب فرشتوں نے ہاتھ آگے نہ بڑھائے تو آپ کو ان سے یک گونہ خدشہ محسوس ہونے لگا۔**ضیاء القرآن**)۔وہ بولے ڈریئے نہیں اور انہوں نے آپ کو ایک صاحبِ علم بیٹے کی بشارت دی۔آپ کی بیوی چلاتی آئی اور (فرطِ حیرت سے) اپنے منہ پر طمانچہ دے مارا اور بولی (ایک تو) بڑھیا اور (دوسرے) بانجھ۔انہوں نے کہا "ایسا ہی تیرے رب نے فرمایا ہے۔بیشک وہی بڑا دانا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

علامہ شبلی نعمانی اس آیت سے استنباط کرتے ہوئے آدابِ مہمان داری کے حوالے سے مندرجہ ذیل نکات پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت کرتے ہیں۔

☆ مہمان اور میزبان میں کلام کی ابتداء باہمی سلام سے ہونی چاہیے۔

☆ مہمان کے کھانے پینے کا انتظام فوراً کرنا چاہیے۔

☆ مہمانوں کے لئے کھانے پینے کا سامان پوشیدہ طور پر اُن کی نگاہوں سے بچا کر کرنا چاہیے کیونکہ اگر مہمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے لئے کچھ انتظام کیا جا رہا ہے تو وہ از راہِ تکلّف روکیں گے۔اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اہل وعیال سے یہ نہیں کہا کہ کھانے پینے کا سامان کرو بلکہ چپکے سے خود کھانے پینے کا انتظام کرنے چلے گئے۔

☆ کسی بہانے سے تھوڑی دیر کے لئے مہمانوں سے الگ ہو جانا چاہیے تاکہ اُن کو آرام کرنے یا دوسری ضروریات سے فارغ ہونے میں تکلیف نہ ہو۔

☆ مہمانوں کے لئے عمدہ سے عمدہ کھانا پیش کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کیا اور گھی میں بھون کر پیش کیا۔

☆ کھانا مہمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہیے لیکن اُن کو کھانے کا حکم نہیں دینا چاہیے اسی لئے حضرت ابراہیمؑ نے ان سے کہا: ''آپ لوگ کیوں نہیں کھاتے؟'' یہ نہیں کہا آپ لوگ کھایئے!

☆ مہمانوں کے کھانے سے مسرور اور نہ کھانے سے مغموم ہونا چاہیے جیسے کچھ بخیل لوگ کھانا تو مہمانوں کو پیش کر دیتے ہیں لیکن ان کی خواہش یہی ہوتی ہے مہمان نہ کھائے یا کم کھائے' تاکہ وہ کھانا اُن کے اور ان کے اہل وعیال کے کام آئے۔ اسی لئے جب اُن لوگوں نے کھانے سے انکار کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو ناپسند کیا اور اُن کے دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ یہ دشمن بن کر تو نہیں آئے۔

☆ کھانا نہ کھانے پر مہمانوں کو اچھے الفاظ میں معذرت کرنی چاہیے' جیسے ان فرشتوں نے کہا: ''اگر ہم نہیں کھاتے تو آپ کو خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہم لوگ کھا پی نہیں سکتے بلکہ صرف آپؑ کو ایک لائق فرزند کے تولد کی بشارت دینے کے لئے آئے ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے اخلاقِ حسنہ میں مہمان نوازی کو اس قدر اہمیت دی کہ ایمانِ کامل کا ایک جزو قرار دیا اور فرمایا: **من کان یومن باللہ و الیوم الاخر فلیکرم ضیفہ و من کان یومن باللہ و الیوم الاخر فلا یوذ جارہ** جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی خاطر (تواضع) کرے۔ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے''

(بخاری و مسلمؒ۔ رواہ ابوہریرہ)

ایک اور روایت میں حضرت عباسؓ فرماتے ہیں'' **قال رسول اللہ ﷺ الخیر اسرع الی البیت الذی یو کل فیہ من الشفرۃ الی سنام البعیر** ''رسول ﷺ

نے فرمایا: جس گھر میں (مہمانوں کو) کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں خیر (رزق' برکت اور بھلائی) اتنی تیزی سے پہنچتی ہے جتنی تیزی سے چھری بھی اونٹ کی کوہان کی طرف نہیں پہنچتی'' (ابنِ ماجہ)۔ جب اونٹ کا گوشت کاٹا جاتا ہے تو اس کے سب اعضاء سے پہلے اس کا کوہان کاٹتے ہیں کیونکہ اس کا گوشت سب سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے' اس لئے وہ شوق سے کھایا جاتا ہے۔ مذکورہ حدیث میں آنحضور ﷺ نے بھی یہی فرمایا جس طرح کوہان تک چھری جلد پہنچتی ہے اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اس گھر میں خیر و برکت پہنچتی ہے جس میں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔

حضرت ابوشریحؓ بیان کرتے ہیں کہ میری دونوں آنکھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور میرے دونوں کانوں نے سنا' آپؐ نے فرمایا ''جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی (استطاعت کے مطابق) اچھی طرح خاطر تواضع کرے''۔ لوگوں نے عرض کی اچھی طرح کی جانے والی خاطر مدارات کی مدت کتنی ہے؟ آپؐ نے فرمایا ''ایک دن اور ایک رات' (اور پھر) فرمایا: (مہمان کو) کھانا کھلانا تین دن کے لئے ہے۔ اس کے بعد جو کچھ میزبان اپنے مہمان پر خرچ کرے تو وہ خیرات شمار ہوتی ہے'' **(ترمذی)**۔ **صحیح مسلم** میں بھی اسی نوعیت کی ایک حدیث بیان ہوئی ہے۔ جس کے راوی حضرت ابوشریح خزاعیؓ ہیں' اس حدیث کے آخر میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔۔۔ کسی مسلمان شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے ہاں (مہمان) ٹھہرا رہے یہاں تک کہ اسے گنہگار کر دے۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ اسے کیسے گنہگار کرے گا؟۔ حضور ﷺ نے جواب دیا (اس طرح) کہ وہ اس کے پاس ٹھہرا رہے' یہاں تک کہ اس کے پاس کوئی چیز نہ رہے جس سے وہ اس کی مہمان نوازی کرے۔ ان احادیثِ مبارکہ میں جہاں

میزبان کو مہمان کی خاطر تواضع اور تعظیم کی تلقین کی گئی ہے وہاں اس امر کی بھی تصریح کر دی گئی ہے کہ مہمان کو کسی کے یہاں تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہرنا چاہیے کیونکہ اس سے اہلِ خانہ کو تکلیف ہوگی اور اس کی دیکھ بھال گراں گزرے گی۔ تاہم مہمان کی آمد باعثِ رحمت ہوتی ہے اور حسبِ استطاعت اس کی خاطر و مدارات خیر و برکت کا موجب بنتی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

شکرِ حق برآر کہ مہمانِ تو　　روزیٔ خود می خورد از خوانِ تو

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کہ تمہارا مہمان اپنی روزی تمہارے دستر خوان سے کھاتا ہے

ربِ ذوالجلال سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیبؐ پاک ﷺ کے صدقے میں اُنؐ کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ